

غوث خواہ مخواہ

حرف مکرّر



غوث خواہ مخواہ

نام کتاب : حرف مکرر

مصنف : غوث احمد خواہ مخواہ

سنہ اشاعت : جولائی ۱۹۹۸ء

سرورق : سعادت علی خاں

تعداد اشاعت : 1000

ناشر : محمد فضل الرحمٰن خان

مکان نمبر۔ 6_3_1126 مقطعہ بھولے شاہ صاحب

بیگم پیٹ، حیدرآباد۔ فون نمبر:۔ 3318891

کمپیوٹر کتابت و طباعت : اسپیڈ پرنٹس، سعید آباد، حیدرآباد۔

فون نمبر:۔ 4063538

قیمت : 10/ ڈالر

☆ ملنے کے پتے ☆

حسامی بک ڈپو : مچھلی کمان، حیدرآباد۔

شگوفہ : ۱۳ بیچلر کوارٹر، معظم جاہی مارکٹ، حیدرآباد۔

مکتبہ جامعہ ممبئی : قریب جے۔جے ہاسپٹل، ممبئی۔

غوث احمد خواہ مخواہ

B_4/2 مارگ درشن، کوآپریٹو ہاوزنگ سوسائٹی۔

اندھیری (ایسٹ) ممبئی : 400069 فون نمبر: 8347339

انتساب

انوارِ نظرؔ

عارف، عابد، ناہید، عظیم
شبانہ، شبینہ، فضل، شمع
سعدیہ، عرفان، عدنان، ثناء
صائمہ، الیاس، عائشہ اور عمران کے نام

فہرست

فہرست

چھوٹا منہ بڑی بات

قاری محترم ۔ سلام و آداب !

آج یکم نومبر ۱۹۹۷ء کو برسبین (آسٹریلیا) میں "چھوٹا منہ بڑی بات" تحریر کرتے ہوئے سوچ رہا ہوں کہ ۱۹۹۱ء میں آج ہی کے دن سیاٹل (امریکہ) میں اپنے پہلے شعری مجموعہ "بہ فرضِ محال" کا پیش لفظ "کہا سنا" لکھتے وقت میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ اپنے دوسرے مجموعہ "حرفِ مکرّر" کا دیباچہ بھی خود مجھے ہی لکھنا پڑے گا۔

اپنے کلام کے بارے میں کسی دوسرے صاحب رائے سے لکھوانا اس لئے بھی بے حد آسان ہے کہ اکثر صاحب رائے کتاب پڑھے، دیکھے یا سونگھے بغیر ہی ایسی جامع اور معتبر رائے قلمبند کردیتے ہیں کہ جسے پڑھ کر خود صاحب کتاب بھی اپنے بارے میں عجیب و غریب قسم کی خوش فہمیوں میں مبتلا ہوجاتا ہے۔

اس کے برعکس اپنی تخلیقات کے بارے میں خود اپنی رائے کا اظہار کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی اپنی شکل آئینے میں دیکھ لے جو بد صورت کو بھی خوبصورت دکھائی دیتی ہے آئینہ جب حد سے زیادہ سچ بولتا ہے تو دیکھنے والے کو مبالغے کا گمان ہوجاتا ہے۔ اگر میری تحریر میں کہیں غلو کا پہلو دکھائی دے تو آئینے کی حد سے زیادہ صداقت بیانی سمجھ لیجئے

"بہ فرضِ محال" سے "حرفِ مکرّر" کے درمیان کم و بیش چھ سال گذر چکے ہیں۔ ظاہر ہے کہ میری تخلیقی اور سامعین و قارئین کی طبعی عمروں میں بھی اتنے ہی سال کے اضافے کے نتیجے میں کم عمر، جوان، جوان، ادھیڑ، اور ادھیڑ ضعیف ہوچکے ہونگے۔ اس لئے اس عرصے میں سرزد ہوئی شاعری کا تاثر بھی سب پر یکساں اثرانداز ہونا ضروری نہیں ہے۔ جس طرح ہر گزرنے والا لمحہ اپنے اوپر واپسی کا دروازہ بند کرتا گزر جاتا ہے اسی طرح شاعری اور

خاص طور پر مزاحیہ شاعری کی قدریں بھی فی زمانہ بدلتی جارہی ہیں ۔ اس لئے مجھے یہ اعتراف کرنے میں قطعی عار نہیں کہ ان بدلتی قدروں کی مناسبت سے اپنی ساری ظریفانہ صلاحیتوں کے باوجود مجھے آپ سب کو ہنسا کر خوش رکھنے کی مہم میں کما حقہٗ کامیابی حاصل نہیں ہوئی ہے اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ طنز و ظرافت کی صنف ایک سمندر جیسی ہے کہ جتنا گہرا ہوتا ہے سطحی طور پر اتنا ہی پر سکون ہوتا ہے اور جس کو مٹھیوں میں نہیں سمیٹا جاسکتا ۔ اس سے لطف اندوز ہونے کے لئے اس کی عمیق ترین گہرائیوں میں ڈوبنا ضروری ہے ۔

یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ ایسے شعرا جنہیں مزح کی حِس چھوکر بھی نہیں گزری ۔ مزاحیہ شاعری کو شاعری کی کسی بھی صنف میں شمار کرنا پسند نہیں کرتے ۔ ان کی مزاحیہ شاعری سے " الرجی " اس لئے بھی در گزر کرنے کے لائق ہے کہ " الرجی " بجائے خود ایک عارضہ ہے اور یہ مرض متمول ، بااثر اور مشہور و معروف شعرا میں عام ہے جو اپنی شہرت اور دولت کے بل بوتے پر ، پُرتعیش ماحول میں زندگی بسر کرتے ہوئے ، عشق و عاشقی ، ہجر و وصال ، شمع پروانہ ، برق و آشیانہ ۔ بتکدہ و میخانہ ، شراب و کباب ، قفس و نشیمن ، بہار و خزاں ، ، گلزار و بیاباں اور دامن و گریباں جیسے موضوعات پر بے شمار اشعار لکھ کر خود کو یکتائے زمانہ سمجھتے ہیں ۔ ان کی شاعری میں کہیں بھی ایک عام انسان کے معاشی اور اقتصادی مسائل ، غم و آلام ، افکار و پریشانیوں اور پسماندہ انسانیت کی جھلک تک دکھائی نہیں دیتی ۔ یہ وہ لوگ ہیں جو خود تو خوش رہنا چاہتے ہیں لیکن دوسروں کو مسکراتے دیکھنا پسند نہیں کرتے ۔ اُن کے پاس ہنسی کا ایک مقرر کردہ کوٹا ہوتا ہے جسے وہ حسبِ توفیق تھوڑا تھوڑا خرچ کرتے ہیں تاکہ اچانک ختم ہونے پر دوسروں کا منہ نہ دیکھنا پڑے ۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں قہقہ لگانے کو جی چاہتا ہے وہاں بہ صد مجبوری ، بے چارے ایک ہلکے سے تکلیف دِہ تبسم پر گزارہ کرلیتے ہیں ۔

اور بعضے ستم ظریف تو تبسم بھی گوارہ نہیں کرتے۔ ؂

ہیں ایسے بھی جنہیں جینا نہیں آتا سلیقے سے
فقط جینا ہی کیا مرنا نہیں آتا سلیقے سے

خدا ا ن سے ہمیں محفوظ رکھے خواہ مخواہ جن کو
ہنسی تو چھوڑیئے رونا نہیں آتا سلیقے سے

اگر چیکہ ان حضرات کی زندگی بھی خوشی اور غم کے علاوہ مختلف تضادوں سے گزری ہوگی ۔ لیکن قیاس ہے کہ ان تضادوں میں دَر آئی یکسانیت کے باعث ان کی بصارت اس قدر تنگ اور محدود ہوکر رہ گئی ہے کہ انہیں سورج جہاں سے طلوع ہوتا ہے وہیں ڈوبتا نظر آتا ہے۔ انہیں بھی، ہم مزاح نگاروں کی طرح زندگی کے تلخ حقائق مثلاً خاندانی ،سماجی معاشی اور اقتصادی مسائل سے دو چار ہونا پڑے تو شاعری ہی نہیں، زندگی کا قافیہ بھی تنگ ہوتا نظر آئے ۔ سچ تو یہ ہے کہ ان غیر موافق اور نا مساعد حالات سے بہ حسن وخوبی نبرد آزما ہوتے ہوئے ،اپنے فرائض منصبی اور حقوق العباد کو مستقل مزاجی سے ادا کرتے ہوئے ظرافت نگاری کرنا بڑے دل گردے کا کام ہے ۔ یہ اور بات ہے کہ ہم مزاحیہ شاعری کی ذرہ بکتر پہن کر بزعم خود، خود کو غم والام سے محفوظ سمجھتے ہیں لیکن زندگی کی جنگجویانہ جدو جہد میں تیرِ ستم ہائے روزگار اور شمشیرِ فرائض منصبی کے دو دھاری اور دو طرفہ وار سے اس نام نہاد ذرہ بکتر کے پرخچے اڑجاتے ہیں پھر بھی ہم اس شکست کو فراخ دلی سے تسلیم کرتے ہوئے دوبارہ اعلان جنگ سے قبل اپنے تباہ شدہ اسلحہ جات کی مرمت میں لگ جاتے ہیں اس لئے کہ یہ جنگ جیت کر ہم زمانے کا احسان لینا نہیں چاہتے
اگر ہنسنا اور ہنسانا جرم ہے تو میں فخر کے ساتھ اقبال جرم کرتا ہوں ۔ مجھے عدالت کے کٹہرے میں کھڑا ہونے دکھ تو ہے لیکن مجھے مجرم گردانئے والوں سے کوئی بغض یا عناد نہیں ہے ۔ ہاں! ان کی کم فہمی پر ترس ضرور آتا ہے ۔

اب بھی اکثر میرے مداح مجھ سے سوال کرتے ہیں کہ میں نے اپنا تخلص خواہ مخواہ کیوں رکھا ؟ یہ سوال واقعی لاجواب ہے اگر جواب دینے کی کوشش کروں تو یوں لگے گا جیسے کسی نے شاعری کی اصطلاح میں بے وزن مصرعہ کہہ دیا ہو ۔ بہر حال جو ہونا تھا سو ہوچکا ۔ میں اگر چچا غالب کی طرح جدید قسم کا شاعر ہوتا تو خواہ مخواہ کے علاوہ ایک اور تخلص کا بوجھ بھی برداشت کرلیتا جب کے یہ تخلص ہی اکثر مقطع میں سخن گسترانہ بات پیدا کر کے میرے لئے الجھن مہیا کردیتا ہے ۔ ـــہ

ڈھونڈے ملا نہ حُسن جو حسنِ و جمال میں
الجھا ہوا تھا ذہن جواب وسوال میں
ٹکراو ہورہا تھا عروج و زوال میں
ایک کشمکش تھی باہمی ہجر و وصال میں
جب خواہ مخواہ پھنس گیا مقطعے کے جال میں
تب آیا غیب سے یہ تخلص خیال میں

میں نے کبھی یہ دعوی نہیں کیا کہ میری شاعری فنی نقائص سے پاک ہے ۔ ضرورت اور رعایت شعری کے تحت مجھے مصلحتاً اور مجبوراً خامیوں کو بھی استعمال کرنا پڑا ہے ۔ لیکن سننے والوں نے جس محبت اور توجہ سے سن کر انھیں پسند کیا اور سراہا ہے اس کے بعد مجھے بھی اب وہ اتنی خراب نہیں لگ رہی ہیں ۔
میں ان شعراء میں سے نہیں ہوں جو سامعین کو اپنے غیر ضروری ، سنجیدگی کی افیون زدہ شاعری سنا کر سلا دیتے ہیں ، میں تو طنز و مزاح کا طبل جنگ سُنا کر انھیں ہنسنے پر کمر کسنے کو آمادہ کرتا ہوں تا کہ وہ اپنے سارے تفکرات کو بُھلا کر ہنسی اور قہقہوں کی نئی دنیا سے روشناس ہوں ۔

اسی شاعری کے طفیل ۱۹۸۵ء سے ۹۷ء کے عرصے میں متعدد بار مختلف ممالک اور برِّ اعظموں کی خاک چھاننی پڑی ۔ الحمدللہ ہر بار میرے مداحوں نے میری خاطر خواہ پذیرائی کی ۔ ان کی اس محبت ، دل جوئی اور حوصلہ افزائی کے لئے میں سراپا ممنون و سپاس ہوں ۔ خدا سے دعا ہے کہ وہ سب ہمیشہ ہنستے مسکراتے ، خوش و خرم اور شاد کام رہیں آمین ثمہ آمین ۔

طنز و ظرافت کے اس طویل سفر میں ، میں نے تنہا رہتے ہوئے خود کو کبھی تنہا محسوس نہیں کیا اس لئے کہ جو کرم فرما میرے آس پاس رہتے ہیں ان کی محبتیں اور جو دُور ہیں ان کی یادیں میرے ساتھ رہی ہیں ۔ ؎

کبھی کبھی ہی نہیں بالعموم ہوتا ہے
غموں کے ساتھ خوشی کا لزوم ہوتا ہے
محبتوں کا کبھی خواہ مخواہ یادوں کا
اکیلے پن میں چھپا ایک ہجوم ہوتا ہے

عموماً یہ خیال کیا جاتا ہے کہ شاعر کا مجموعہ کلام شائع ہوتے ہی بلی کے بھاگوں چھیکا ٹوٹ جاتا ہے آسمان سے من و سلویٰ کی بارش ہو جاتی ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ خوشحالی میں مبتلا ہو جاتا ہے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ اس پر آشوب دور میں اپنے کلام کے ساتھ شاعر خود بھی بک جائے تو اس کے سارے معاشی مسائل جوں کے توں ہی نہیں رہتے بلکہ کلام کی طباعت اور اشاعت کے مراحل طے ہونے تک ان میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے ۔

بچپن لاعلمی میں بیت گیا ، جوانی بے عملی میں گزری اور اب عمر کے اس حصے میں جہاں کسی وقت بھی کچھ بھی ہو سکتا ہے آخری دم تک اپنی زندگی کو ہنستے اور دوسروں کو ہنساتے

گزارنے کی جدوجہد میں مصروف ہوں اس لئے کہ :ـــہ

قتل و خوں غارت گری کچھ کم ہیں یہ صدمات کیا
ایسی بد امنی میں اک شاعر کے احساسات کیا
سن کے کچھ اشعار میرے خواہ مخواہ ہنستے ہیں لوگ
ہے کرم اللہ کا ۰ میں کیا میری خدمات کیا

قاری محترم !

آخر میں ایک تازہ مگر سنجیدہ غزل بطور نمونہ اور محض آپ کے منہ کا ذائقہ بدلنے کے لئے آپ کی نذر کرتا ہوں اس لئے کہ میری مزاحیہ شاعری کا خمیر سنجیدہ شاعری سے ہی بنا ہے اس غزل کا ہر شعر میری موجودہ زندگی اور ذہنی کیفیات کی غمازی کرتا ہے خدا کرے کہ یہ غزل آپ کو پسند آجائے آپ نے "چھوٹا منہ بڑی بات" یہاں تک پڑھ ہی لی ہے۔ اگر آپ کو یہ غزل پسند نہ بھی آئے تو میں اور آپ ایک دوسرے کا کیا بگاڑ لینگے ؟ ہے نا !

غزل

جس گھڑی جھوٹی ، انا کا میری پیراہن کھلا
میری غربت کی قبا کا ایک اک بندھن کھلا

بند دروازے پہ دل کے غم کی جب دستک سنی
فکر کے ظلمت کدے میں ایک نیا روزن کھلا

ہم اسیران چمن کو کیا قفس اچھا نہ تھا ؟
بند ہونا ہی اگر تھا کیوں درِ گلشن کھلا ؟

جانے کب آئے خیالِ یار مہماں کی طرح
اس لئے رکھا ہے ذہن و دل کا گھر آنگن کھلا

باندھ رکھنا مت اسے اپنی جوانی کی طرح
اپنے بچوں کا کبھی تو چھوڑ دیں بچپن کھلا

پیار کے دو بول بولیں اور اٹھا لے جائیں سب
بیچنے رکھا ہے میں نے اپنا تن من دھن کھلا

کوئی گاہک مل ہی جائے گا متاعِ زیست کا
آج سنتے ہیں کہ ہے بازار فکر و فن کھلا

سامنے سے وار کرتا ہے مجھے للکار کے
دوستوں سے خواہ مخواہ اچھا لگا دشمن کھلا

آپ سب کا خواہ مخواہ

برسبین آسٹریلیا

۱/۱۱/۹۷ء

حمد

رشکِ مہ ہے جبین تابندہ
نورِ ایماں سے قلب رخشندہ

میں گنہگار اور ترا بندہ
اپنی کوتاہیوں پہ شرمندہ

تیری مرضی اگر نہ ہو مالک
ایک پل بھی نہ رہ سکوں زندہ

یہ تری شانِ کبریائی ہے
مجھ سا ناچیز اور تیرا بندہ

آسماں کو زمیں سے کیا نسبت
تو ہے معبود، میں فقط بندہ

جو مجھے شرفِ بندگی بخشا
باعثِ رشکِ بختِ فرخندہ

یہہ سعادت اسی کو ملتی ہے
جس کو بخشے خدائے بخشندہ

خاتمہ ہووے میرا ایماں پہ
حشر کے دن رہوں نہ شرمندہ

مجھ سے خدمت ہو تیرے بندوں کی
خواہ مخواہ جب تلک رہوں زندہ

☆



نعت

جب نکل کر میں مکاں سے ، لامکاں میں آگیا
ذکر میرا بھی حدیثِ دیگراں میں آگیا

کہہ نہیں سکتا کہ کتنی دوُر ، چل پاوں گا میں
آبلہ قدموں سے چل کر اب زباں میں آگیا

موت بھی آئی اچانک اور وہ بھی آگئے
اک انوکھا لطف مرگِ ناگہاں میں آگیا

زادِ رہ لے کے چلے تھے لوگ جب سوئے حرم
قلبِ مضطر لے کے میں بھی کارواں میں آگیا

گنبدِ خضریٰ کو دیکھا دوُر ، سے تو یوں لگا
اک نیا مہتاب جیسے آسماں میں آگیا

عاقبت کی فکر ہے اب اور نہ اُمیدِ نجات
میں مدینے میں ہوں یا باغِ جناں میں آگیا

بے نمازی بھی مدینے میں نمازی بن گئے
جب بلالی سوز آوازِ اذاں میں آگیا

آپؐ اس ظلمت کدے میں جلوہ فرما جب ہوئے
نور کا عالم زمین و آسماں میں آگیا

بے نوا و بے ہنر احمدؔ سے ہوتا اور کیا
نعت لے کر نذر بزمِ عاشقاں میں آگیا

قطعات

مزاحیہ، طنزیہ و سنجیدہ

لوگ سنجیدہ میرے جال میں کم پھنستے ہیں
اور جو پھنس گئے ہنسنے کو کمر کستے ہیں
ایک فیصد بھی نہیں سینس آف ہیومر جن میں
خواہ مخواہ وہ بھی تخلص پہ مرے ہنستے ہیں

مانگ کر تحفۂ نایاب لیا ہے جس نے
روئے گا وہ دلِ بیتاب لیا ہے جس نے
خواہ مخواہ بس وہی ہنسنے سے کرے گا پرہیز
قبض ہے جس کو یا جلاب لیا ہے جس نے

شاعری کا پیرہن، لفظوں سے بُن لیتا ہوں میں
یوں نشاط انگیز لمحوں کو بھی چُن لیتا ہوں میں
جب بھی اچھی شاعری سُننے کو جی چاہے میرا
لکھ اک تازہ غزل خود پڑھ کے سُن لیتا ہوں میں

ضبطِ غم کا بس اتنا صلہ چاہئے
ہنستے رہنے کا اک سلسلہ چاہئے
خواہ مخواہ مسکرانا تو آسان ہے
قہقہوں کے لئے حوصلہ چاہئے

نہ محفل میں سُنا کر دی گئی ہے
نہ خلوت میں بُلا کر دی گئی ہے
ہنسانے کی سعادت خواہ مخواہ کو
کئی برسوں رُلا کر دی گئی ہے

وہ جس کا باطن و ظاہر نظر نہیں آتا
کسی بھی فن میں وہ ماہر نظر نہیں آتا
یہ شخص لوگ جسے خواہ مخواہ کہتے ہیں
کسی طرف سے بھی شاعر نظر نہیں آتا

بات سنجیدہ ، ظرافت کی طرح کہتا ہوں
عقل کی بات ، حماقت کی طرح کہتا ہوں
خواہ مخواہ لوگ یقین کیوں نہ کرینگے مجھ پر
اپنے کرتوت ، کرامت کی طرح کہتا ہوں

مزح و طنز کے جب تیر بیٹھیں گے نشانے پر
جو دیوانے ہیں ان کی عقل آئے گی ٹھکانے پر
ہنسی کا سلسلہ تو خواہ مخواہ چلتا ہی رہتا ہے
زمانہ مجھ پہ ہنستا ہے میں ہنستا ہوں زمانے پر

تعریف یا اجرت کا طلبگار نہیں ہوں
داعی کے لئے درپۂ آزار نہیں ہوں
روتوں کو ہنسانے کا بھی مجرم ہوں خواہ مخواہ
میں صرف تخلص کا گنہگار نہیں ہوں

یہی چاہوں گا مجھ سے کوئی اچھا کام ہو جائے
بھلے سے خواہ مخواہ بدنام میرا نام ہو جائے
مزح کی ٹارچ ہر دم اس لئے میں ساتھ رکھتا ہوں
خدا جانے کہاں سنجیدگی کی شام ہو جائے

ظرافت کا اکھاڑہ طنز کا دنگل بھی میرا ہے
فقط اتوار ہی کیا، پیر اور منگل بھی میرا ہے
اکیلا خواہ مخواہ وہ مور ہوں طنز و ظرافت کا
کہ میرا ناچ ہی میرا نہیں جنگل بھی میرا ہے

تعریف کسی کی کرتا ہوں نہ کوئی خوشامد کرتا ہوں
نہ بٹر بر آمد کرتا ہوں نہ چیز در آمد کرتا ہوں
کیسی الفت کیا کوہ کنی وہ بے تیشہ فرہاد ہوں میں
پتھر سے جو ے شیر تو کیا شیریں بھی بر آمد کرتا ہوں

بجھتی شمع لے کر شب کی سیاہی ڈھانپنے نکلا ہوں
اپنے حصے کی خوشیاں بھی سب میں بانٹنے نکلا ہوں
ویسے میں فرہاد نہیں ہوں لیکن وہ دیوانہ ہوں
اک کاغذ کا تیشہ لے کر پتھر کاٹنے نکلا ہوں

دل کے زخموں کو یوں چھپاتا ہوں
رنج و غم میں بھی مسکراتا ہوں
لوگ تو خواہ مخواہ ہنستے ہیں
میں تو بس آئینہ دکھاتا ہوں

رُخِ روشن پہ کوئی زلف بکھر جائے بس
میری تقدیر کسی طرح سنور جائے، بس
خواہ مخواہ شعر سنانے کا یہی مقصد ہے
آپ کے دل میں مری بات اُتر جائے، بس

گرداب قہقہہ میں کبھی پھنس کے دیکھ لو
دلدل میں ظرافت کے کبھی دھنس کے دیکھ لو
کتنا کٹھن ہے اپنی ہنسی آپ اڑانا
تم خواہ مخواہ خود پہ کبھی ہنس کے دیکھ لو

بس اتنا ہی نہیں کہ ظلم کوئی سہہ نہیں سکتا
غلط جذبات کی رو میں کبھی میں بہہ نہیں سکتا
جو مجھ سے خواہ مخواہ ناراض ہیں، اس کی وجہ یہ ہے
وہ اچھا سن نہیں سکتے بُرا میں کہہ نہیں سکتا

نہ تو کچھ انتظام زیادہ ہے
اور نہ اہتمام زیادہ ہے
چاہتا ہوں کہ سب کو خوش رکھوں
عمر تھوڑی ہے کام زیادہ ہے

جو لوگ ، خوگرِ طنز و مزح نہیں ہوتے
سخن کی تیز چھری سے ذبح نہیں ہوتے
کوئی بھی جنگ ہو ہتھیار تو ضروری ہیں
میاں : غلیل سے لشکر فتح نہیں ہوتے

سفر کا نام بدل کر قیام رکھا ہے
ہنسی مذاق میں کیا خوب نام رکھا ہے
مرے بدن کا مکاں کب کا گر گیا ہوتا
اسے تو کب سے ظرافت نے تھام رکھا ہے

ہم اپنی زندگی زلفوں تلے کچھ یوں بسر کرتے
جہاں جی چاہتا جاتے خیالوں میں سفر کرتے
چرالاتے اگر قوس و قزح کے سات رنگوں کو
یہ جینا جو بلیک اینڈ وائیٹ ہے ٹیکنیکلر کرتے

کاوشیں میری اور انعام لئے ہیں تو نے
میں تو پیاسا ہی رہا جام لئے ہیں تو نے
خواہ مخواہ قبر میں اب چین سے سو جانے دے
زندگی، مجھ سے بہت کام لئے ہیں تو نے

مرے مالک میں جتنی سہہ سکوں اتنی ہی شہرت دے
ترے بندوں کی خدمت کر سکوں بس اتنی قدرت دے
زیادہ مال و زر بھی خواہ مخواہ مغرور کر دے گا
اگر دولت ہی دینا ہے مجھے، حسبِ ضرورت دے

قناعت، رب کی خوشنودی سے مالا مال کرتی ہے
طلب دنیا کی لطفِ بندگی پامال کرتی ہے
نہیں آتی کبھی آسودگی دولت کی کثرت سے
مصارف میں کمی ہی زندگی خوشحال کرتی ہے

میری آنکھوں میں کوئی خواب نہیں
میرے زخموں کا کچھ حساب نہیں
میرے رونے پہ خوب ہنستے ہیں
دوستوں کا میرے جواب نہیں

کام اچھا بھی کرو نام برا ہوتا ہے
کچھ نہ کرنے کا بھی انجام برا ہوتا ہے
شاعری نے کیا رسوائے زمانہ مجھ کو
خواہ مخواہ بد سے بھی بدنام برا ہوتا ہے

ڈھونڈھو بھی تو دنیا بھر میں، ہم جیسا نادان نہیں
غیروں کی کیا بات کریں، جب اپنوں کی پہچان نہیں
موت جہاں قسطوں میں آئے، یارو ایسی دنیا میں
ہنستے ہنستے زندہ رہنا، خواہ مخواہ آسان نہیں

تحریر کی آنکھوں میں کاجل نظر آئے گا
ہر لفظ کی زلفوں میں ایک بل نظر آئے گا
کتنے ہیں حسیں میرے اشعار ذرا دیکھو
ہر شعر کے گالوں میں ڈمپل نظر آئے گا

کوئی کمال بظاہر نظر نہیں آتا
میں شاعری میں بھی ماہر نظر نہیں آتا
مجھے تو لوگ سمجھتے ہیں خواہ مخواہ شاعر
میں دیکھنے میں تو شاعر نظر نہیں آتا

نہ اجتماع نہ کوئی مظاہرہ ہو گا
خوشی کا چاروں طرف ایک دائرہ ہو گا
منائی جائے گی جب خواہ مخواہ مری برسی
ڈنر کے بعد ہی فورا مشاعرہ ہو گا

ہو اگر اولاد تو صابر بنے اللہ کرے
وہ کسی فن میں سہی، ماہر بنے اللہ کرے
عورتیں ایک دوسری کو بد دعا دیتی ہیں یوں
لاڈلا بیٹا تیرا شاعر بنے اللہ کرے

شاعری کرنا ہے گر اسٹیج پر آنے کے بعد
ڈھیٹ بن کر مسکرائیں شعر فرمانے کے بعد
یہ سمجھ کر خواہ مخواہ ہوٹنگ سہنی چاہیے
سرخ رُو ہوتا ہے شاعر ہوٹ ہو جانے کے بعد

یہ سچ ہے ضبطِ غم سے دل میں ایک لاوا اُبلتا ہے
وہ جب حد سے گزر جاتا ہے تو اشکوں میں ڈھلتا ہے
نکلتی ہے خوشی بھی خواہ مخواہ یوں قہقہ بن کر
کسی چٹان سے جیسے کوئی جھرنا نکلتا ہے

زخم ہمیشہ بھر جاتے ہیں جب اشکوں سے دُھلتے ہیں
غم اور خوشیاں آپس میں بھی اکثر ملتے جُلتے ہیں
غم کے حجرے اور دریچے بند ہوتے ہیں باہر سے
خوشیوں کے سارے دروازے اندر ہی سے کھُلتے ہیں

نہ بھیڑ میں نہ شور شرابے میں مرے گا
نہ حادثے میں نہ خونِ خرابے میں مرے گا
حیرت سے اس کو دیکھتی رہ جائے گی دنیا
جب خواہ مخواہ عین بڑھاپے میں مرے گا

سب زخم خود بھرینگے بھرے گا کوئی نہیں
مرنے سے پہلے قدر کرے گا کوئی نہیں
تلوار گر ہوا میں چلاؤ گے خواہ مخواہ
بازو تھکینگے اور مرے گا کوئی نہیں

پڑھ سکو گے تو مرا قول پڑھو
دل میں اٹھتا ہے اگر ہول پڑھو
اپنی آواز نہیں سن سکتے
ایسے ماحول پہ لاحول پڑھو

دامن کسی گدا کا کبھی نم نہیں ہوتا
ملتی نہیں جو بھیک تو کچھ غم نہیں ہوتا
تقدیر میں فقیر کے جو رزق رکھا ہے
کُتّوں کے بھونکنے سے کبھی کم نہیں ہوتا

دوستوں کی دوستی جس طرح کر جاتی ہے گھات
اس طرح اکثر خوشی بھی غم سے کھا جاتی ہے مات
سخت گوئی سے زباں اپنی دکھا جاتی ہے ذات
دن گزر جاتے ہیں لیکن یاد رہ جاتی ہے بات

دھندلا سا ایک خواب ہے دنیا کی محبت
صحرا میں ایک سراب ہے دنیا کی محبت
وقت نزع ہی خواہ مخواہ چل جائے گا پتہ
کتنا بڑا عذاب ہے دنیا کی محبت

بظاہر آدمی اچھا، برا معلوم ہوتا ہے
کسوٹی پر ہی کھوٹا یا کھرا معلوم ہوتا ہے
ضعیفی میل کا پتھر ہے راہِ زندگانی میں
یہیں آکر تو منزل کا پتہ معلوم ہوتا ہے

دل کی دھڑکن بھی کسی لمحہ ٹھہر جاتی ہے
عمر لمبی بھی اگر ہو تو گزر جاتی ہے
وقت ویسے تو کسی طرح گزر جاتا ہے
بات کی کاٹ مگر دل میں اتر جاتی ہے

کانوں پہ بارِ سمع خراشی نہ لیجئے
خوشیوں کے بدلے آپ اُداسی نہ لیجئے
اخلاص و محبت کے سوا کچھ نہ ملے گا
میرے دل و ذہن کی تلاشی نہ لیجئے

خیال اچھے نہیں آتے تو خالی کھوپڑی اچھی
دکھاوے کے اجالے سے اندھیری کوٹھڑی اچھی
سکوں سے خواہ مخواہ دن میں بھی جس میں نیند آتی ہے
کرایے کے محل سے اپنی ذاتی جھونپڑی اچھی

دام اب تہذیب کے اس سے بھی سستے کیا کریں
بائے ، جب چلتا ہے آداب و نمستے کیا کریں
اس کا منزل تک پہنچنا بھی ہے مشکل خواہ مخواہ
جب مسافر خود بھٹک جائے تو رستے کیا کریں

خوش رہنا چاہتا تھا پریشان ہی رہا
اپنے کیے پہ آپ پشیمان ہی رہا
بکتا رہا خلوص مرا کوڑیوں کے مول
اس کاروبار میں مجھے نقصان ہی رہا

جو روپ ہے میں کیوں نہ اسی روپ میں نکلوں
میں خواہ مخواہ کس لیے بہروپ میں نکلوں
کرتا میں ایک اور بھی شادی مگر جناب
جب چھاؤں میسر ہے تو کیوں دھوپ میں نکلوں

کیا غرض ہم کو کسی سے جو جہاں جیسے بھی ہیں
ہم برے ہیں یا بھلے اپنی جگہ کیسے بھی ہیں
جن سے مل کر خواہ مخواہ جی چاہے کرلیں خودکشی
آپ نے دیکھے نہیں ہیں لوگ کچھ ایسے بھی ہیں

ہر کسی میں من چاہی خوبیاں نہیں ہوتیں
کون ہے وہ جس میں کچھ خامیاں نہیں ہوتیں
کیا کریں وہ جن کے گھر خواہ مخواہ نصیبوں سے
بیٹیاں تو ہوتی ہیں شادیاں نہیں ہوتیں

ایک فرشتہ غلطی سے جب انساں ہونے لگتا ہے
اس کی فطرت دیکھ کے وہ بھی حیراں ہونے لگتا ہے
خشک زمیں سیراب ہوتے ہی سبزے سے تن ڈھکتی ہے
اور انساں خوشحال ہوا تو عریاں ہونے لگتا ہے

تیرگی مٹ جائے گی چنگاریاں روشن کرو
ذہن و دل میں خوشنما مہتابیاں روشن کرو
خواہ مخواہ بزمِ سخن میں جل کے شمع کی طرح
خامیاں اپنی جلاؤ خوبیاں روشن کرو

جب معمولی سوغاتیں بھی اخلاص کی حامل ہوتی ہیں
دینے والے پر رحمت کی برساتیں نازل ہوتی ہیں
پھولوں کا تحفہ دے کوئی یا عطر لگائے تو سمجھو
خوشبو میں دینے والی کی خوشیاں بھی شامل ہوتی ہیں

انساں کو خوش رہنا ہے تو اپنا جی یوں بہلائے
اپنے دل کے زخموں کو بس ہولے ہولے سہلائے
دولت شہرت اور جوانی تینوں ہی جب ہاتھ آئیں
جتنی چادر ہاتھ لگی ہے پاؤں بس اُتنے پھیلائے

نیا قیدی ہوں میں جب قید مجھ کو راس آئے گی
جگہہ لینے کو مایوسی کی ، دل میں آس آئے گی
رہوں کیوں منتظر میں موت یا اپنی رہائی کا
جسے آنا ہے وہ خود چل کے میرے پاس آئے گی

نظر آتا ہے جو ہوتا نہیں ہے
جو ہوتا ہے نظر آتا نہیں ہے
اجالے کا نہ ہونا ہے اندھیرا
اندھیرا خود کوی ہوتا نہیں ہے

سنا سب نے لیکن نہ سمجھا کسی نے
بہت کچھ کہا تھا مری خامشی نے
میں دنیا کے میلے میں یوں بھی بکا ہوں
مجھے جس نے بیچا خریدا اسی نے

پریشانی ہو یا غصہ ہو غم ہو
نہ پیشانی پہ بل نہ آنکھ نم ہو
اٹھانا خواہ مخواہ — کچھ سوچ کر تم
قلم ہو یا قدم ہو یا قسم ہو

خرد جیسے تمیز نیک و بد کی آخری حد ہے
جنونِ عشق بھی ہوش و خرد کی آخری حد ہے
وہ گھٹتا اور بڑھتا بھی ہے سورج کے اشاروں پر
زمیں پر میرا سایہ میرے قد کی آخری حد ہے

شکستہ تارہی سازِ نفس کی آخری حد ہے
رہائی کا تصور ہی قفس کی آخری حد ہے
قناعت پر گزارہ اس لئے ہے خواہ مخواہ میرا
فقط دو گز زمیں ہی تو ہوس کی آخری حد ہے

بغاوت جیسے شوریدہ سری کی آخری حد ہے
ادا و ناز و عشوہ دلبری کی آخری حد ہے
یہ کیسا کارواں ہے خوامخواہ اہلِ سیاست کا
یہاں تو رہزنی ہی رہبری کی آخری حد ہے

کوئی غم مسرت سے زیادہ نہیں ہے
تمنا بھی حسرت سے زیادہ نہیں ہے
مرے گھر میں آسودگی اس لئے ہے
کوئی شئے ضرورت سے زیادہ نہیں ہے

دُکھے گا اور میرا من نہ دیکھو
بڑھے گی اور بھی الجھن نہ دیکھو
ہنساتا ہوں سبھوں کو بس یہ دیکھو
مرا بھیگا ہوا دامن نہ دیکھو

کب نہ جانے ہو کسی کو خواہشِ تکمیلِ غم
ساتھ رہتی ہے مرے ہر وقت اک زنبیلِ غم
بس اسی انداز سے میں جی رہا ہوں خواہ مخواہ
مسکراہٹ ہے لبوں پر دل میں ہے قندیلِ غم

یہ طے ہے جیسے خطا کی جزا نہیں ہوتی
خلوص و پیار کی قیمت سزا نہیں ہوتی
نماز فرض اگر ہو، قضا بھی ہوتی ہے
قضا نماز کی لیکن قضا نہیں ہوتی

غم سہہ نہیں سکے گا تو، یہ بار مت اُٹھا
بنیاد کھوکھلی ہے تو دیوار مت اُٹھا
طاقت کا تیری خواہ مخواہ کھل جائے گا بھرم
ہر وقت بات بات پہ تلوار مت اُٹھا

آدمی بھی کس قدر لاچار ہے
کچھ عجب حالات سے دو چار ہے
صرف مرنے کے لئے ہی خواہ مخواہ
زندگی سے برسرِ پیکار ہے

کام آخر کچھ تو کرنا چاہیے
جی نہیں سکتے تو مرنا چاہیے
موت سے تو خواہ مخواہ ڈرتے ہیں لوگ
زندگی ہے جس سے ڈرنا چاہیے

ہماری زندگی میں خواہ مخواہ اتنے جھمیلے ہیں
خوشی کے ساتھ صبح شام رنج و غم کے میلے ہیں
اگر سمجھو تو ساری بھیڑ میں ہر شخص اپنا ہے
نہیں سمجھو تو اتنی بھیڑ میں بھی ہم اکیلے ہیں۔

جاگتی آنکھوں کو سونا آ گیا
ان کو پا کے خود کو کھونا آ گیا
ضبطِ غم کی کوئی حد ہے، خواہ مخواہ
اب تو اشکوں کو بھی رونا آ گیا

کہتے ہیں جھوٹ کس طرح میں جانتا نہیں
سچ بولتا ہوں میں تو کوئی مانتا نہیں
میں بھیڑ میں بھی اتنا اکیلا ہوں خواہ مخواہ
میرے سوا کوئی مجھے پہچانتا نہیں

مقدر کو ہم اپنے لوریاں دے کر سلُاتے ہیں
یہہ غم ہیں دوسروں کے جو ہمیں ناحق رلاتے ہیں
غرض کیا ہے اُسے جو ہم سے ملنے خواہ مخواہ آئے
مصیبت خود نہیں آتی اُسے ہم خود بلاتے ہیں

مجھ کو خوشیوں کے عوض غم ہی دیا کرتے ہیں
میکدے ہیں جو مرے ساتھ پیا کرتے ہیں
اتنی تعظیم سے ہٹتے ہیں مرے اُٹھتے ہی
راستہ جیسے جنازے کو دیا کرتے ہیں

نہ جانے یہہ مجھے کیا ہوگیا ہے
بچھڑکے مجھ سے توٌ کیا کھوگیا ہے
مسلسل ہجر کے صحرا میں چل کر
تصور آبلہ پا ہوگیا ہے

اوروں کے غم خود سہنا ہی سب سے مشکل کام ہے
اس دنیا میں خوش رہنا ہی سب سے مشکل کام ہے
خواہ مخواہ ہم جھوٹ بڑی آسانی سے کہہ سکتے ہیں
آسانی سے سچ کہنا ہی سب سے مشکل کام ہے

آئینے میں جیسے کوئی صورت نہیں رہتی
ایمان بھرے دل میں کدورت نہیں رہتی
بنیاد میں ہوں جس کی خلوص اور محبت
اس گھر کو سجانے کی ضرورت نہیں رہتی

زندگی یوں نذرِ مرگِ ناگہانی ہوگئی
موت بھی جیسے حیاتِ جاودانی ہوگئی
پیاس خوشیوں کے سمندر کی جو دیکھی خواہ مخواہ
تشنگی صحرائے غم کی پانی پانی ہوگئی

کبھی ہمدم کبھی ہمراز ہوا کرتی ہے
کبھی مونس کبھی دمساز ہوا کرتی ہے
دل کے کانوں سے سنو گے تو سنائی دے گی
خامشی میں بھی اک آواز ہوا کرتی ہے

گرنے سے قبل خود کو سنبھالو تو بہت ہے
خود اپنے غم میں اشک بہالو تو بہت ہے
اوروں کی صلیبوں کو اٹھاؤ نہ خواہ مخواہ
اپنی صلیب خود ہی اٹھالو تو بہت ہے

بس میں ہوتا جو مرے، دل کے زخم سی لیتا
عمر بھر یوں ہی کسی طرح سہی جی لیتا
میں نے سچ بول کے جینے کا ہنر سیکھا ہے
کوئی سقراط نہیں ہیں، کہ زہر پی لیتا

یوں تو زور طوفاں کا کل سے آج کم تر ہے
پار جو اُتر جائے بخت کا سکندر ہے
ہم ہنسانے والوں کا واہ کیا مقدر ہے
کشتیاں ہیں کاغذ کی سامنے سمندر ہے

بخت یوں شبِ ہجراں جاگتا دکھائی دے
بھیک نیند کی جیسے مانگتا دکھائی دے
ایک پاؤں پر ٹھہرا وہ درخت ہوں میں جو
ریل کے مسافر کو بھاگتا دکھائی دے

اگر چہ دل پہ گراں انتظار گزرے گا
مرے مزاج پہ ہر لمحہ بار گزرے گا
نہ پوچھ مجھ سے تیرے انتظار کی لذت
تو، آگیا تو مجھے ناگوار گزرے گا

کون سا غم ہے جو یہ حال بنا رکھا ہے
نہ تو میک اپ ہے نہ بالوں کو سجا رکھا ہے
خواہ مخواہ چھیڑتی رہتی ہے یہ رُخساروں کو
تم نے زُلفوں کو بہت سر پہ چڑھا رکھا ہے

دل اپنا کیسے پھنستا بھلا زلفِ یار میں
موسم خزاں کا سر پہ تھا فصلِ بہار میں
زلفِ دراز مانگ کے لائے تھے چار بال
دو آرزو میں جھڑ گئے دو انتظار میں

کٹی عمر جن کی ستم ڈھاتے ڈھاتے
وہ جب مر گئے رشوتیں کھاتے کھاتے
جنازے پہ سب یک زباں ہو کے بولے
بڑی دیر کی مہرباں جاتے جاتے

وہ برسی کی تھی بریانی، بنی تھی جو مسالے میں
چنے تھے سب نے چاول بیٹھ کے دن کے اجالے میں
نہیں معلوم کیوں آتا تھا کنکر ہر نوالے میں
خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

اپنے ہاتھوں سے خود اپنی ہی تباہی کر لو
عمر باقی جو بچی ہے اسے آدھی کر لو
خواہ مخواہ خود کو غم و رنج کا عادی کر لو
خودکشی کر نہیں سکتے ہو تو شادی کر لو

کنوارہ اپنی آزادی کا بٹوارہ نہیں کرتا
کسی کے ساتھ بیٹھا مکھیاں مارا نہیں کرتا
لگا کر داؤ پر خود کو وہ جیتے گا ہر ایک بازی
اکیلا کھیلنے والا کبھی ہارا نہیں کرتا

جنہیں عشق کرنے پہ دیکھا مچلتے
انہیں ہم نے پل بھر میں دیکھا بدلتے
محبت میں مرتے تو ہیں خواہ مخواہ سب
جنازہ کسی کا نہ دیکھا نکلتے

لَو میری کس لئے بڑھاتے ہو
اک نکاح اور کیوں پڑھاتے ہو
جس نے پہلی ہی خود کشی کی ہو
اس کو سولی پہ کیوں چڑھاتے ہو

درد بچپن کا جوانی میں جواں ہوتا ہے
آپ چاہیں گے جہاں بس یہ وہاں ہوتا ہے
خواہ مخواہ درد ضعیفی کا نہ پوچھو مجھ سے
ایک جگہ ہو تو بتاؤں کہ یہاں ہوتا ہے

سونچتا رہتا ہوں میں کیسی حماقت کر گیا
بھول تھی میری جو اظہار شرافت کر گیا
خوبصورت تھا، جواں تھا لڑکیاں بھی کم نہ تھیں
خواہ مخواہ میں ایک بیوی پر قناعت کر گیا

میں ایک انسان ہوں آخر عاشقی کب تک نہیں کرتا
مرے سینے میں جو دل ہے وہ کیا دھک دھک نہیں کرتا
مجھے اس عاشقی میں اس لئے بھی لطف آتا ہے
بڑھاپے کی وجہ سے کوئی مجھ پر شک نہیں کرتا

لگامیں ڈھونڈ کر جو ہاتھیوں پر چڑھ نہیں سکتے
کسی بھی دوڑ میں کچھوے سے آگے بڑھ نہیں سکتے
نکل آئی ہے جب سے میرے منہ پر خواہ مخواہ ڈاڑھی
پڑھے لکھے بھی اب تو میرا چہرہ پڑھ نہیں سکتے

سب کہہ رہے ہیں مجھ سے کہ کچھ کر دکھائیے
یوں اہلِ خاندان کے دل نہ دکھائیے
بیوی بھی اب تو خواہ مخواہ کہتی ہے بار بار
بیمہ کرا لیا ہے تو اب مر بھی جائیے

میری بیگم کو خیال ایک عجیب آیا ہے
کام لینے کا ہنر آیا تو کب آیا ہے
میں وظیفے پہ سبکدوش ہوا تو بولیں
کام کرنے کا صحیح وقت تو اب آیا ہے

محبت میں مری بیوی غزل کا شعر لگتی ہے
خفا ہو جائے تو بارود کا ایک ڈھیر لگتی ہے
بہت جلدی مجھے بھی اس لئے غصہ نہیں آتا
بڑا برتن گرم ہونے میں تھوڑی دیر لگتی ہے

یہ طے ہے کہ ضعیفی میں نقاہت آہی جاتی ہے
اگر اس پر شباب آئے تو آفت آہی جاتی ہے
بڑھاپے میں حسینائیں بھی آخر کیوں نہ موٹی ہوں
خدا جب حسن دیتا ہے نزاکت آہی جاتی ہے

جو سرجن ہے بدن میں بیشتر سوراخ کرتے ہیں
مگر جو ڈاکٹر ہیں سوچ کر سوراخ کرتے ہیں
جب ایک مضبوط کشتی کا مقدر ڈوبنا ٹھہرا
اسی کشتی میں خود خواجہ خضر سوراخ کرتے ہیں

آئینے پر جو ایک صبح آنکھ پڑ گئی
اپنی نظر ہی اپنی نگاہوں سے لڑ گئی
چہرہ ہمارا خواہ مخواہ بدلا ہوا تھا یوں
حیرت بھی ہم کو دیکھ کے حیرت میں پڑ گئی

تم سے یہ کس نے کہا تھا سر پہ یہ جنجال لو
خود کو اب بیوی کی مرضی کے مطابق ڈھال لو
بلی کالی ہے یا گوری یہ نہ دیکھو خواہ مخواہ
وہ اگر چوہے پکڑتی ہے تو اس کو پال لو

لوگ اب جب بھی ملا جیسا ملا کھانے لگے
دین چھوڑا اور دنیا کی طرف جانے لگے
میرے گھر میں فاتحہ تھی اور ولیمہ تھا ادھر
آتے آتے اِس طرف سب اُس طرف جانے لگے

یہہ جانتا ہوں میں میرا انجام غلط ہے
میں عاشقی میں ہو گیا ناکام ؟ غلط ہے
تھا جس سے عشق وہ میری بیوی ہے خواہ مخواہ
ہوں لائق تعزیر ، پر الزام غلط ہے

بے کار سب بحث ہے جزاء کی سزاء کے بعد
پچھتا کے فائدہ ہی نہیں کچھ خطا کے بعد
بیوی کو سوت دے یا، مجھے موت دے خدا
اٹھتے نہیں ہیں ہاتھ میرے اس دُعا کے بعد

جیسے ہم دیکھ کر زندہ ہیں اس پر مر بھی سکتے ہیں
فقط کہتے نہیں ہیں ہم ، محبت کر بھی سکتے ہیں
کوئی شوہر نہ ہوگا خواہ مخواہ دنیا میں ہم جیسا
ڈراتے ہی نہیں بیگم کو ان سے ڈر بھی سکتے ہیں

مری بستی کے نیتا کو تھا ، اتنا خوف رسوائی
انہوں نے بعد مرنے ہی کے ایک تصویر کھنچوائی
خدا بخشے سنا ہے کہ شروع سے ایسے ظالم تھے
کہ بریانی ولیمے کی نئی دلہن سے پکوائی

قرضہ ایک اور بچھلے بقایے پہ کون لے
اُک چلچلاتی دھوپ کو سایے پہ کون لے
شادی کروں میں اور اس شعلہ بدن کے ساتھ
جلتا ہوا مکان کرایہ پہ کون لے

مشکل میں ایک نجات دہندہ ضرور ہو
سر جس پہ رکھ کے روئیں وہ کندھا ضرور ہو
معشوق ہو حسیں ، یہ ضروری نہیں مگر
عاشق کو چاہیئے کہ وہ اندھا ضرور ہو

ٹھکانہ ہی نہیں نام و نشاں تبدیل کر ڈالو
زمیں کی بات کیا ہے آسماں تبدیل کر ڈالو
کسی کو گھر بلا کر خواہ مخواہ حیران کرنا ہو
پتہ اپنا وہی رکھو مکاں تبدیل کر ڈالو

میں دیکھتا ہوں گھر پر تم روز آ رہی ہو
کیوں میرے صبر کو تم یوں آزما رہی ہو
رک رک کے اس طرح جو دکھڑا سنا رہی ہو
یہ حالِ دل ہے یا تم املا لکھا رہی ہو

صدائیں میری گھنٹیاں بن گئیں ہیں
گریباں کی دھجیاں بن گئیں ہیں
مسلسل جو تم آنے جانے لگی ہو
خیالوں میں پگڈنڈیاں بن گئی ہیں

ہوا ہوں جب سے پنشن یافتہ بیکار بیٹھا ہوں
کئی راتوں سے میں سویا نہیں ہشیار بیٹھا ہوں
مجھے تم خواہ مخواہ چھیڑو نہ بیگم اس بڑھاپے میں
تمہیں اٹھکیلیاں سوجھی ہیں میں بیزار بیٹھا ہوں

نہیں ہے اس میں کچھ نقصان تو پھر فائدہ کیا ہے
بتائیں ایسے جینے کا بظاہر فائدہ کیا ہے
اگر ہم موت کے آنے سے پہلے مر نہیں سکتے
تو پھر بیمہ کرا لینے میں آخر فائدہ کیا ہے ؟

وہ دل پتھر ہے جس میں عشق کا جذبہ نہیں ہوتا
وہ صحرا ہی تو ہے جس میں کہیں سبزہ نہیں ہوتا
حسینوں میں شرارت ہی حرارت کی نشانی ہے
وہ ٹھنڈا حسن ہے جس حسن میں غمزہ نہیں ہوتا

بے فرقت میں میری رائے میں سونا ہی بہتر ہے
ہنسی کے آنسوؤں سے زخمِ دل دھونا ہی بہتر ہے
اگر ہنسنا ہی چاہیں آپ تو بے ساختہ ہنسیے
تکلّف کی ہنسی سے خواہ مخواہ رونا ہی بہتر ہے

پریشانی میں یا فکرِ کمی بیشی میں مت رہنا
پشیمانی ہو تم کو ایسی خوش فہمی میں مت رہنا
صبح کی دھوپ میں سایہ اگر لمبا نظر آئے
تم اپنے قد کے بارے میں غلط فہمی میں مت رہنا

دیکھیے، دماغ اس کا گر سڑا نہیں ہوتا
سامنے رقیب آکر یوں کھڑا نہیں ہوتا
عقل سے بھی بونا ہے آپ اس کو سمجھا دیں
خواہ مخواہ اُچھلنے سے قد بڑا نہیں ہوتا

نہ پہلے اس میں کوئی تھا، نہ اب کسی کا ہے
کوئی نہ توڑ دے دروازہ، ڈر اسی کا ہے
بہت دنوں سے دل خواہ مخواہ مُقفّل ہے
جو بڑھ کے توڑ دے تالا یہ گھر اسی کا ہے

دل آزردہ ہو تو چہرے سے ویرانی نہیں جاتی
بہت کوشش تو کی لیکن پریشانی نہیں جاتی
یہ سچ ہے کہ گرانی خواہ مخواہ بڑھتی ہی جاتی ہے
بس ایک میرے ہی نذرانے کی ارزانی نہیں جاتی

دل میں پچھتائے اگر کوئی خطا سے پہلے
مل ہی جائے گی جزا اس کو سزا سے پہلے
خودکشی بھی تو بہانہ ہے فقط مرنے کا
خواہ مخواہ کوئی مرا بھی ہے قضا سے پہلے

وہ آتا ہے تو لگتا ہے مصیبت کا پیام آیا
پریشاں ہے کہ اتنی جلد کیوں ماہِ صیام آیا
کبھی روزہ نہیں رکھا، نمازیں بھی پڑھیں ایسی
گرے وہ خواہ مخواہ سجدے میں جب وقتِ قیام آیا

پیار دنیا سے سبھی کہتے ہیں شُد بُد کیجیے
کر کے مسجد میں عبادت خود کو بے خوُد کیجیے
کیسے ہو سجدہ خشوع سے جب یہ لکھا ہے وہاں
اپنے جوتوں کی حفاظت آپ ہی خوُد کیجیے

سرِ تسلیم کو خم میں بھی کرتا
قد اپنا اس طرح کم میں بھی کرتا
مجھے گر خواہ مخواہ مرنا نہ ہوتا
اگر مرتا کوئی، غم میں بھی کرتا

بیچ کر اشعار اپنے کچھ کمانا چاہیے
اس تجارت میں ہمیں اب دل لگانا چاہیے
بیچنے بیٹھو اگر مٹی بھی بکتی ہے یہاں
شرط یہہ ہے بیچنے کا ڈھنگ آنا چاہیے

جو دل میں ہے یقین نہ نکل جائے دیکھنا
سر سے کہیں جبیں نہ نکل جائے دیکھنا
شہرت کے آسمان کو چھونے کے شوق میں
پیروں تلے زمیں نہ نکل جائے دیکھنا

وقت ملے تو سوچیں یہ تنہائی میں
عمریں اپنی کیوں ناپیں لمبائی میں
اک لمحہ بھی خوشیوں کے موتی دے گا
ڈوب کے دیکھو گر اس کی گہرائی میں

انگریزی میں کچھ بھی لکھ لو وہ کریئیشن کہلاتا ہے
جھوٹی افواہیں پھیلانا انفارمیشن کہلاتا ہے
اس بھاشا سے نیتاؤں نے بھی کافی لابھ اٹھایا ہے
وہ جب بھی پاکٹ مارتے ہیں تو ڈونیشن کہلاتا ہے

ملا اپنے ہی نیتا سے ہمیں یہہ انسپریشن ہے
سبھی دھرموں کا جن کی فیملی میں کامبی نیشن ہے
پتاجی پارسی ہندو ہیں ماں بیوی کرسچن ہے
اسی کا نام ہی تو نیشنل انٹی گریشن ہے

رائے کوئی اور نہ دیں آپ میری رائے پر
منحصر آداب ہیں اب مختصر سی "ہائے" پر
اس سے سستی خواہ مخواہ کیا ہوگی میری شاعری
لوگ سننا چاہتے ہیں ایک پیالی چائے پر

کوئی رشتہ نہیں اپنا مقدر کے سکندر سے
ہماری تشنگی پوچھے کوئی پیاسے سمندر سے
مزح گو شاعروں کا خواہ مخواہ تم حال مت پوچھو
ہنساتے ہیں بظاہر دل مگر روتا ہے اندر سے

مانا یہ ضروری ہے کہ روئیں تو ہنسیں بھی
لازم تو نہیں وہ تیرے پھندے میں پھنسیں بھی
لوگوں کے پاس وقت کہاں ہے کہ خواہ مخواہ
تجھ کو وہ توجہ سے سنیں اور ہنسیں بھی

جانِ جاں یہ نہ سمجھ موت سے ڈر جاؤنگا
تو ، کہے گی تو ابھی جاں سے گزر جاؤنگا
میں تری جھیل سی آنکھوں میں اتر بھی جاتا
بس یہی ڈر ہے کہ میں ڈوب کے مر جاؤنگا

آنکھوں میں دکھانے کو مروت نہیں ہوتی
وعدوں کو وفا کرنے کی ہمت نہیں ہوتی
عاشق پہ ترس کھائے بھلا کیوں کوئی معشوق
قصاب کو بکرے سے محبت نہیں ہوتی

دوستو ان دنوں اس طرح جیا کرتا ہوں
سب کو جذبات کی سوغات دیا کرتا ہوں
عشق معشوق سے بیوی سے محبت کر کے
رہ گیا پیار وہ بچوں سے کیا کرتا ہوں

ہوتے ہیں کئی کام ہر ایک کاج کے ساتھ
اک تخت بھی رہتا ہے سدا تاج کے ساتھ
تنہا اسے رہنے ہی نہیں دیتے کبھی
دو کل بھی جڑے رہتے ہیں ہر آج کے ساتھ

مستقل ہنسی اچھی اور نہ عارضی رونا
یہ بھی ایک نعمت ہے خود سے آگہی ہونا
خواہ مخواہ کی شہرت سے یہ ہوا ہے اندازہ
کس قدر کٹھن ہے اب عام آدمی ہونا

زمانے کے ہمیں سہنے کو سرد و گرم باقی ہیں
منافق جا چکے لیکن ابھی ہم درد باقی ہیں
نئے موسم سے کہدو کہ ذرا تاخیر سے آئے
ابھی گزرے ہوئے موسم کے کتنے درد باقی ہیں

تم نے شباب ہی کیا بچپن بھی نہیں سمجھا
میری وفا کو دل کی دھڑکن بھی نہیں سمجھا
بیشک میں دوستی کے لائق تو نہ تھا لیکن
تم نے تو مجھے اپنا دشمن بھی نہیں سمجھا

خواہ مخواہ میں بن کہاروں کے کھڑی ڈولی چڑھوں
میں کوئی طوطا ہوں جو بولو وہی بولی پڑھوں
سچ کی خاطر اور کوئی جان تو ٹھیک دے
میں کوئی منصور ہوں سچ بول کر سولی چڑھوں

ایک ایک عضو جسم کا دیتا ہے گواہی
انسان پر شباب ہی لاتا ہے تباہی
ثابت کرونگا عقد بڑھاپے میں کر کے میں
ہمت ہو تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

میری آنکھوں کو کسی پل نہیں سونے دیتی
پیار کا ایک بھی لمحہ نہیں کھونے دیتی
اپنی چاہت سے سدا مجھ کو جواں رکھتی ہے
میری بیوی مجھے بوڑھا نہیں ہونے دیتی

اردو

جب کھیل سے اُکتا کر ہم مدرسہ جاتے تھے
انگریزی کے ٹیچر کو ہم خوب ستاتے تھے
جب اپنی شرارت میں ہم حد سے گزر جاتے
وہ طیش میں آکر بھی یوں علم سکھاتے تھے
غصّے میں نئی گالی جو منہ سے نکل جاتی
معنی کے ساتھ اس کا اِملا بھی بتاتے تھے
اُردو سے مگر ان کو اس درجہ محبت تھی
انگلش بھی ہمیں اکثر اُردو میں پڑھاتے تھے

گر نہ ہو پھول تو ڈالی بھی بھلی لگتی ہے
شکل اچھی ہو تو کالی بھی بھلی لگتی ہے
پیار کے بول بھلے لگتے ہیں ہر بھاشا میں
گر ہو اُردو میں تو گالی بھی بھلی لگتی ہے

ملوں گا خواب میں اس سے یہی طے کر کے سوتا ہوں
ملن کا وقت جو ملتا ہے وہ اس طرح کھوتا ہوں
مری معشوق امریکن ہے اُردو سے ہے نا واقف
وہ جب انگلش میں ہنستی ہے تو میں اردو میں روتا ہوں

کچھ اس طرح حیات جاودانی دے رہے ہیں
ہمیں تحفے میں مرگ ناگہانی دے رہے ہیں
حکومت میں کچھ ایسے بھی ہیں ہمدرد اِن اردو
جڑوں کو کاٹ کر شاخوں کو پانی دے رہے ہیں

زمانے بھر میں اک تہذیب کی پہچان ہے اردو
ہماری آن ہے اردو ہماری شان ہے اردو
ہمارے حق میں یہ تو خواہ مخواہ مانندِ شہہ رگ ہے
ہمارا جسم اردو ہے ہماری جان ہے اردو

آیئے سلجھائیں ہم گیسوئے اردو بار بار
تا کہ مہکائے فضا کو اس کی خوشبو بار بار
خواہ مخواہ جب اس کا جادو سر پہ چڑھتا ہے کبھی
بولتا ہے دشمنِ اردو بھی اردو بار بار

تین شعر

دکھا کر اپنی اک تصویر، تجریدی مصوِّر نے
یہ پوچھا خوامخواہ جی! آپ کو کیا کچھ نہیں آتا

مری تصویر کا عنوان بتلائیں تو جانوں میں
کچھ آتا ہے سمجھ میں یا نظر میں کچھ نہیں آتا

جواباً یہہ کہا عنوان کوئی کیا بتاؤں میں
نظر آتا بہت کچھ ہے سمجھ میں کچھ نہیں آتا



مشقِ سخن کسی بھی ریاضت سے کم نہیں
خوشیوں سے بھاگنا بھی حماقت سے کم نہیں

اس دورِ پر آشوب میں سچ بات تو یہہ ہے
روتوں کو ہنسانا بھی عبادت سے کم نہیں

ہے نام میرا غوث، تخلص ہے خواہ مخواہ
میرے لیئے ہنسی بھی سعادت سے کم نہیں

یہ سچ ہے دوستو سچ بات کہنے کو جسارت کی ضرورت ہے
بدن کو زندہ رکھنے کے لئے جیسے حرارت کی ضرورت ہے

ادب اور شاعری میں لوگ کہتے ہیں مہارت کی ضرورت ہے
میں کہتا ہوں مہارت سے کہیں زیادہ فراست کی ضرورت ہے

ظرافت کو سمجھنے کے لیے جیسے ذہانت کی ضرورت ہے
ہنسانے کے لیے بھی خواہ مخواہ تھوڑی حماقت کی ضرورت ہے

میکدہ اس قدر ساقیا! تنگ ہے
تیرے رندوں کا بھی حاشیہ تنگ ہے
کھل گئیں سب ردیفیں غزل کی مگر
آخری شعر کا قافیہ تنگ ہے
کیسے تاریخ اپنے کو دوہرائے گی
جبکہ خود اس کا جغرافیہ تنگ ہے

یہی ہوتا ہے یارو دن ڈھلے جب شام آتی ہے
وہ سب کے واسطے ہاتھوں میں لے کر جام آتی ہے
کسی کے دل کے دروازے پہ دستک جب بھی دیتا ہوں
مرے دل کی تمنا لوٹ کے ناکام آتی ہے
میں بدقسمت ہو اتنا خواہ مخواہ اب کیا بتاؤں میں
میری خوش قسمتی بھی دوسروں کے کام آتی ہے

سر میں بالوں کا کم ہونا دولت کی نشانی لگتی ہے
سب لوگوں میں ایک میری ہی اونچی پیشانی لگتی ہے
اے میرے ہمدم سچ بتلا کیوں آگے پیچھے پھرتا ہے
کیا میری محبوبہ تیری رشتوں کی نانی لگتی ہے؟
سینہ ہے تیرا خواہ مخواہ یا ارمانوں کا مدفن ہے
ہم اس پر پھول چڑھائیں کیوں یہ قبر پرانی لگتی ہے

نظر آتی ہے اب بھی چھاپِ دَورِ مغلیہ زیادہ
جہاں ہوتا ہے استعمال پان و چھالیہ زیادہ

ہے بے حد اتفاق رائے بیوی اور شوہر میں
بہ ایں وجہ رہا کرتا ہے اکثر تخلیہ زیادہ

اسے خوفِ قیامت خواہ مخواہ ہو ہی نہیں سکتا
جسے خوفِ الٰہی سے ہو خوفِ اہلیہ زیادہ



باہمی امداد کا جذبہ جو تابندہ رہے
ہر سخی کے ساتھ حاجت مند بھی زندہ رہے

قرض بھی مانگو تو مانگو اتنی خودداری کے ساتھ
قرض دینے والا دے کر تم سے شرمندہ رہے

میں بھی اک دن قرض لوٹا دوں گا اس کا خواہ مخواہ
لینے والا میرے دینے تک اگر زندہ رہے

جب قضا آ کر محبت سے پکارے گی مجھے
جانتا ہوں میں کہ شیشے میں اتارے گی مجھے

تو کسی طرح سنور جائے یہی ارمان تھے
زندگی، رہنے بھی دے تو، کیا سنوارے گی مجھے

زندگی ہی خواہ مخواہ مارے گی مجھکو دیکھنا
موت کی کیا موت آئی ہے جو مارے گی مجھے



دیکھیے یوں جفا نہیں کرتے
زخم دل کا ہرا نہیں کرتے

آپ سے اپنے رنج و غم کا ہم
اس لیے تذکرہ نہیں کرتے

خواہ مخواہ زندگی کے بارے میں
موت سے مشورہ نہیں کرتے

جب تلک میں اسے پہچان نہیں لیتا ہوں
اپنے دُشمن کی بھی میں جان نہیں لیتا ہوں

مانگتا ہوں میں وہی آپ جو دے سکتے ہیں
میں کوئی آپ کا ایمان نہیں لیتا ہوں

خواہ مخواہ رہتی ہے نیت میری لوٹانے کی
قرض لیتا ہوں میں احسان نہیں لیتا ہوں

شعر کی تعریف کے جھولے میں بے شک جھول جائیں
یہ ضروری تو نہیں کہ ہم خوشی سے پھول جائیں

گنگنا کر شعر پڑھتے بھی اگر سن لیں ہمیں
دوسرے شاعر ترنّم میں سنانا بھول جائیں

مانگنے پر تالیاں ہر شعر پر مل جائیں گی
شعر ایسا ہو کہ سب تالی بجانا بھول جائیں

ہُوا نہ عشق اگر عاشقی کرو یارو
نہ آئے موت تو بے موت ہی مرو یارو

نہیں ہے کام کوئی بے فضول مت بیٹھو
جو کام ہو نہیں سکتا وہی کرو یارو

کسی کی جان نہ لو خواہ مخواہ بے ناحق
کبھی تو خوفِ خدا سے بھی تم ڈرو یارو

میں نے جب بیگم سے پوچھا اپنے گھر جانے کے بعد
کیسے رہتی ہو میرے دفتر چلے جانے کے بعد

دوستو پہلے انہوں نے گھور کر دیکھا مجھے
پھر یہ بولی آنسوؤں کو آنکھ میں لانے کے بعد

سانس اطمینان کا بس دو دفعہ لیتی ہوں میں
آپ کے آنے سے پہلے آپ کے جانے کے بعد

کیا کیا نہ لطف آئے تھے عہدِ شباب میں
ہر رات اُن سے مل لیا کرتے تھے خواب میں

کیسے گذر رہی ہے ضعیفی میں کیا کہیں
ہم مبتلا ہیں جیسے مسلسل عذاب میں

جھڑنے لگے ہیں بال جو تیزی سے خواہ مخواہ
بیگم نے کچھ ملا نہ دیا ہو خضاب میں

منصف نے جب برابر انصاف نہیں تولا
سب لوگ چپ کھڑے تھے کوئی بھی نہیں بولا

افسردہ فضاؤں میں رنگینیاں بھرنے کو
وہ رنگ کونسا ہے جو میں نے نہیں گھولا

رنج والم نے ویسے دستک تو بہت دی تھی
میں نے ہی اپنے دل کا دروازہ نہیں کھولا

گر دلِ مجروح کا ہر زخم سِلنا چاہیے
خستہ جاں کا غنچۂ دل بھی تو کھِلنا چاہیے

شاعری سے ہے غرض تفریحِ خاطر بھی اگر
شعر گوئی کے صلے میں کچھ تو ملنا چاہیے

داد یا بیداد کی صورت ہمیں بھی خواہ مخواہ
ذہن کی محنت کا کوئی پھل تو ملنا چاہیے

بہت کوشش تو کی ہم نے کہ چہرے پر بحالی ہو
کریں تو کیا کریں آخر جو صورت ہی سوالی ہو

ہمیں تو رشک آتا ہے سدا ان نوجوانوں پر
کرینگے عاشقی چاہے وہ گوری ہو کہ کالی ہو

ادھر ہم ایسے شوہر ہیں سوائے ایک بیوی کے
قسم لے لیجیے ہم نے جو ایک بلی بھی پالی ہو

ہنس کے ہر زخم کو سہہ اور شگفتہ ہو جا
جس سے مرنا ہے اسی زہر سے اچھا ہو جا

جو کبھی ٹوٹنے پائے نہ وہ رشتہ ہو جا
پڑھ لے ان پڑھ بھی جسے ایسا نوشتہ ہو جا

خواہ مخواہ اور بھی اک کام بہت آساں ہے
آدمی بن نہیں سکتا تو فرشتہ ہو جا

آئینہ کردار کا شفاف و رخشندہ رکھو
جذبۂ انسانیت آباد و پائندہ رکھو

راہ حق میں آخری دم تک رہو ثابت قدم
مرتے مر جاؤ مگر ایماں تابندہ رکھو

یاد رکھو زندگی کا حق ادا جب تک نہ ہو
خواہ مخواہ تب تک تم اپنے آپ کو زندہ رکھو

بدن میں سانس جیسے زندگی کی آخری حد ہے
بھٹکنا راہ سے درماندگی کی آخری حد ہے

عبادت گو عبارت ہے خلوص دل کے سجدوں سے
فنافی اللہ ہونا بندگی کی آخری حد ہے

چلو اب خواہ مخواہ ہم بھی گناہوں سے کریں توبہ
کہ استغفار ہی شرمندگی کی آخری حد ہے

عاشقی میں بیاہ میرا ہو گیا
ہائے کیا سوچا تھا اور کیا ہو گیا

رفتہ رفتہ جب میں بوڑھا ہو گیا
دور مجھ سے میرا چہرہ ہو گیا

آئینہ بھی ایک دن کہنے لگا
تم کو دیکھے ایک عرصہ ہو گیا

یہ دنیا ہے مایا کی پر مجھکو مایا دے گا کون
اک تو ہی دینے والا ہے اور خدا یا دے گا کون

سارے رشتے ناطے جھوٹے یاری بھی سب ہے، مطلب کی
اپنے غم کو خود سہنا ہے دھوپ میں سایہ دے گا کون

میں سب میں خوشیاں بانٹوں پر میرا دکھ تو میرا ہے
چھت سب کو سایہ دیتی ہے چھت کو سایہ دے گا کون

خوشی کے واسطے کیا کیا نہیں کی ہیں دعائیں
کسی سے مانگ کر ہم نے نہیں لی ہیں دعائیں

کسی کو مفت میں کوئی دعا دیتا نہیں ہے
ہنسایا ہے تبھی تو دل سے نکلی ہیں دعائیں

دعا دینے میں ہم بھی خواہ مخواہ کچھ کم نہیں ہیں
جنازے کو بھی لمبی عمر کی دی ہیں دعائیں

چار شعر

راہ جو مستقیم ہوتی ہے
راستوں میں عظیم ہوتی ہے

وہ مزاجاً حلیم ہوتے ہیں
جن میں عقلِ سلیم ہوتی ہے

اپنی مرضی سے گر نہیں سکتی
جو عمارت قدیم ہوتی ہے

جیت کے مائی باپ ہوتے ہیں
ہار تو بس یتیم ہوتی ہے

اپنے اشعار سنانے کے لئے راتوں میں
راہ پر مجھ کو لگا لائے تو ہو باتوں میں
مجھ سے سو بار ملو گے تبھی پہچانو گے
میں نہیں کھلنے کا دو چار ملاقاتوں میں

اک لڑکپن تھا مرا ایک جوانی میری
اڑ گئے دو ہی تو طوطے تھے مرے ہاتھوں میں
میری سنتا ہی نہیں اپنی کہے جاتا ہے
خواہ مخواہ اب نہیں آؤنگا تیری باتوں میں

چُندھیا گئی تھی آنکھیں راتوں کی روشنی میں
اچھّا لگا اندھیرا خوابوں کی روشنی میں

سورج کی روشنی بھی اب تیز ہو گئی ہے
کچھ دیر آؤ بیٹھیں سایوں کی روشنی میں

لمبے سفر سے تھک کر جب چاند سو گیا ہے
تب جان پڑ گئی ہے تاروں کی روشنی میں

شہروں میں دن دِوالے مِٹنے لگا تمدّن
تہذیب ہے درخشاں غاروں کی روشنی میں

میں خواہ مخواہ ہی آیا نہیں ہنسانے کو
کھڑا ہوں ایک عجب حادثہ سنانے کو
سنے گا کون مرے درد کے فسانے کو
میں ڈر رہا ہوں یہاں حالِ دل سنانے کو
خدا کرے کہ گرے برق ایسی بجلی پر
بلا مرا ہی نشیمن جسے جلانے کو
پچاس سال میں بیگم بھی بن گئیں نانی
ذرا سی دیر میں کیا ہو گیا زمانے کو

میں آج تو بظاہر سب کو ہنسا رہا ہوں
اشعار دل لگی کے لکھ کر سُنا رہا ہوں

مت سمجھیئے کہ یوں ہی باتیں بنا رہا ہوں
میں آنے والے کل کا منظر دکھا رہا ہوں

میں مر چکا ہوں مجھ پر سب لوگ ہنس رہے ہیں
اور اپنی لاش پر میں آنسو بہا رہا ہوں

میری تو روح بھی ہے کب سے خوشی کی پیاسی
میں خواہ مخواہ ہنسی کے دریا بہا رہا ہوں

اشعار سیاست

رہو گے کب تلک غافل اٹھو بیدار ہو جاو
سہو گے ظلم کبتک دوستو ہوشیار ہو جاو
فنا ہی میں تمہاری ہے بقا کا راز پوشیدہ
اگر جینا ہے ، مرنے کے لئے تیار ہو جاو

تمہیں یہ زعم کہ تم نے سدا جفا کی ہے
ہمیں یہ فخر کہ ہم نے تو بس وفا کی ہے
وہ جس نے ظلم کی توفیق تم کو بخشی ہے
اسی نے صبر کی طاقت ہمیں عطا کی ہے

سیاسی قیدیہ سرکاری حفاظت میں سبھی کچھ ہے
طوائف بھی، شرابیں بھی، حراست میں سبھی کچھ ہے
اسی بازار میں ہی دھرم اور ایمان بکتا ہے
بہ جز ایمانداری کے ، سیاست میں سبھی کچھ ہے

روانی تیز تھی ، دریا میں سب کچھ بہہ گیا ہے
مگر تنکا ، سمندر کے تھپیڑے سہہ گیا ہے
سسکتا ہے تمہارا دھرم ۔ دیکھو مر نہ جائے
عبادت گاہ کے ملبے میں دب کر رہ گیا ہے

فساد جب سے ہوئے ہیں اداس لگتا ہے
~~ہر ایک شخص یہاں محوِ یاس لگتا ہے~~
برہنہ جسم یہاں صرف آدمی ہی نہیں
تمام شہر مجھے بے لباس لگتا ہے

زندگی مانگنے جاو تو قضا ملتی ہے
جزبۂ حُبِّ وطن کی یہ جزا ملتی ہے
خواہ مخواہ اج خطا وار کھلے پھرتے ہیں
ہم کو ناکردہ گناہوں کی سزا ملتی ہے

ہوس اور حرص نے انسان کو اندھا بنا یا ہے
خدا کو چھوڑ کے مخلوق کا بندہ بنا یا ہے
سیاست سے کبھی ہوتی تھی خدمت قوم کی، لیکن
اسی کو آج کے نیتاؤں نے دھندہ بنایا ہے

نیند سے جاگ اٹھو خوابِ سحر سے نکلو
جان کی خیر مناتے ہوئے گھر سے نکلو
خواہ مخواہ راہ میں قاتل نہ چھپا بیٹھا ہو
گھر سے نکلو تو کفن باندھ کے سر سے نکلو

انتقام لینے کا اہتمام ہوتا ہے
بستیاں جلانے کا انتظام ہوتا ہے
بے گنہ کہاں جائیں اے خدا ، دہائی ہے
منصفوں کی بستی میں قتلِ عام ہوتا ہے

ہارنا مشکل ہے جیسے حکمِ قدرت کے بغیر
فتح بھی ممکن نہیں ہے رب کی نصرت کے بغیر
نفرتوں کے اتنے عادی ہو گئے ہم خواہ مخواہ
زندگی کٹتی نہیں ہے اب تو نفرت کے بغیر

کڑوا ہے سچ ، تو ماننے تیار نہیں ہیں
بس ہوش اس قدر ہے کہ ہشیار نہیں ہیں
لڑنا تو درکنار ، کہ یارو ہمارے پاس
ہتھیار ڈالنے کو بھی ہتھیار نہیں ہیں !

لیڈر سب کے سب بے ڈھنگے، کبھی کسی نے دیکھا ہے
ان کے سارے دھندے گندے، کبھی کسی نے دیکھا ہے
جئین حوالے ، کی جئے بولو، یارو اپنے بھارت میں
اک حمام میں اتنے ننگے کبھی کسی نے دیکھا ہے

وہ جس کو قتل ہونا تھا ابھی مقتل کے باہر ہے
مرے گا پھنس کے اک دن، گو ابھی دلدل کے باہر ہے
جو چھوٹی شیشیوں میں بند ہیں، جنات ہیں چھوٹے
حوالے کا بڑا جن تو ابھی بوتل کے باہر ہے

اک نیتا سے پوچھا میں نے کیا یہہ اچھی عادت ہے؟
ہر عورت پر مرتے ہو تم، بیوی کی بھی چاہت ہے
نیتا بولے تم کیا جانو، یہہ بھی ایک سیاست ہے
عورت میری کمزوری ہے، بیوی میری طاقت ہے

ہمارے دیش میں یوں تو دکھائی سب نے استادی
سیاست میں ہنرمندی تو گاندھی جی نے دکھلادی
وہ ننگے سر رہے، مرنے تلک ٹوپی نہیں پہنی
پر اپنے نام کی ٹوپی انہوں نے سب کو پہنادی

ہر پھول کی ہے شکل جدا ، بُو الگ الگ
انسان میں بھی رنگ جدا ، خو، الگ الگ
انصاف کیا ملے ہمیں منصف سے خواہ مخواہ
جب سچ و جھوٹ کی ہے ترازو الگ الگ

کتنی ہی اڑے چڑیا وہ باز نہیں ہوتی
اک حد سے پرے اس کی پرواز نہیں ہوتی
تم ظلم تو کرتے ہو پر اتنا سمجھ لینا
اللہ کی لاٹھی میں آواز نہیں ہوتی

کہوں تو کس سے کہوں دے چکا دہائی بھی
سنے گا کون مری ، سو گئی خدائی بھی
مرا مکان جلانے جو لوگ آئے ہیں
مجھی سے مانگ رہے ہیں دیا سلائی بھی

کسی کا جھوٹی کہانی پہ قتل ہوتا ہے
کہیں کسی کی جوانی پہ قتل ہوتا ہے
زمیں و زر تو کبھی زن پہ خون ہوتا تھا
ہمارے شہر میں پانی پہ قتل ہوتا ہے

حکومت خلق کی خاطر اگر ہے تو خلافت ہے
حکومت ہو خدا کے واسطے تو وہ نیابت ہے
حکومت ہو اگر نزدیک سے تو وہ ہے جمہوری
حکومت دُور سے گر ہو تو سمجھو بادشاہت ہے

اگر چہ زخم کچھ گہرا نہیں ہے
لہو ہے کہ ابھی ٹھہرا نہیں ہے
عجب مخلوق ہیں لیڈر ہمارے
کسی کے جسم پر چہرہ نہیں ہے

بگڑتی شکل کو بہروپ دینے والے ہیں
پرانے غم کو نیا روپ دینے والے ہیں
امید سایے کی مت رکھنا خواہ مخواہ ان سے
یہ پیڑ چھاؤں نہیں دھوپ دینے والے ہیں

نادان بحث کو آپس کی، تکرار بنا کر لڑتے ہیں
بیکار کی باتوں کو اکثر تلوار بنا کر لڑتے ہیں
ہر مذہب کی عزت کرنا ہے کام بہادر لوگوں کا
بزدل ہیں وہ جو مذہب کو ہتھیار بنا کر لڑتے ہیں

آزادیِ عبادت جب اور جہاں بھی ہوگی
یکسانیت مذاہب کے درمیاں بھی ہوگی
حق بات کے مخالف، سن لیں یہ خواہ مخواہ سے
گھنٹے اگر بجینگے تو پھر اذاں بھی ہوگی

جل گیا جب بھی کہیں امن و اماں کا گھونگھٹ
چھن گیا سر سے کسی بہن کا ماں کا گھونگھٹ
اب فسادوں کی طوائف تو یہی کہتی ہے
ناچنے ہی کو جو نکلی تو کہاں کا گھونگھٹ

مشکل کا کوئی حل جو سجھائی نہیں دیتا
کیا بات ہے ، کیوں کوئی دہائی نہیں دیتا ؟
کوئی تو بتائے کہ یہ ہے کیسا اجالا ؟
آنکھیں تو کھلی ہیں پر دکھائی نہیں دیتا !

وقت برا آیا ہے تم پر، بہت ٹلا اب نہیں ٹلے گا
پی پی کر اب دودھ ہمارا کوی سنپولا نہیں پلے گا
کب تک ہم بندوق تمہاری اپنے کاندھوں پر رکھینگے
ووٹ ہمارا، راج تمہارا، بہت چلا، اب نہیں چلے گا

اک روز آپ بات مری مان جائینگے
کھوٹے کھرے کو آپ بھی پہچان جائینگے
مضبوط نہ ہوگی کبھی مخلوط حکومت
یہہ بات رفتہ رفتہ سبھی جان جائینگے

بہت دن ہو گئے گھر سے کہیں جاتے نہیں ہیں
کسی بھی شغل میں اب دل کو بہلاتے نہیں ہیں
کبھی امن و اماں کے خواب جو دیکھے تھے ہم نے
وہ پہلے کی طرح خوابوں میں بھی آتے نہیں ہیں

پڑوسی ملک کے باشندوں سے

ذرا تو سوچئے کیوں آپ اور ہم آبدیدہ ہیں
مراسم کیوں ہمارے درمیاں بے حد کشیدہ ہیں
کریں ہم خواہ مخواہ گر غور تو اسکی وجہ یہ ہے
کبھی ہم سگ گزیدہ تھے پر اب مردم گزیدہ ہیں

غزلیں

غزل

کبھی دیکھو ہماری گر مجوشی
کروگے کب تلک یوں چشم پوشی

ملی دولت جنہیں گھر بیٹھے بیٹھے
نہ راس آئی انہیں بھی عیش کوشی

کفن جو باندھ کر نکلے تھے گھر سے
لیا ہے ان سے درسِ سرفروشی

کہیں وہ شور، کہ مُردے ہوں زندہ
کہیں شہرِ خموشاں سی خموشی

اِدھر ان سے مرا اصرار پیہم
اُدھر ان کی وہی پیہم خموشی

تری تقریر ، بس اک شور ، واعظ !
مری تحریر ، آوازِ خموشی

بِکاؤ ہے ابھی بھی حُسن یوسف
مروّج ہے ابھی بُردہ فروشی

علاجِ درد دل آسان ہے لیکن
ضروری ہے پرہیز بادہ نوشی

ٹھکانہ مستقل مل جائے یارب !
وبالِ دوش ہے خانہ بدوشی

سوالوں پر مرے ، وہ چڑ کے بولے
جوابِ خواہ مخواہ باشد خموشی

غزل

لیا سر پہ جب سرفروشی کا بوجھ
سہا ہم نے خانہ بدوشی کا بوجھ

سنبھالے سنبھلتا نہیں دوستو
محبت کا اور گرمجوشی کا بوجھ

ذہن کی کمر توڑ دیتا ہے یہہ
بڑا بوجھ ہے یہ خموشی کا بوجھ

رہے پاؤں پاپوش سے بے نیاز
اٹھاتے کہاں تاجپوشی کا بوجھ

مصیبت سے ہوتے سبکدوش ہم
اٹھاتے اگر عیش کوشی کا بوجھ

سبھی بوجھ ہم سے اٹھے خواہ مخواہ
نہیں اٹھ سکا بادہ نوشی کا بوجھ

غزل

غم جب نذرِ جام ہوا ہے
دل کو کیا آرام ہوا ہے

اور بڑھے ہیں حوصلے اس کے
جب بھی دل ناکام ہوا ہے

رونے سے دکھ اور بڑھا تھا
ہنسنے سے آرام ہوا ہے

الفت کا قانون عجب ہے
جرمانہ ، انعام ہوا ہے

واعظ گھر سے پی کر نکلے
میخانہ بدنام ہوا ہے

رِندوں نے مسجد بنوائی
مولانا کا نام ہوا ہے

خواہ مخواہ ڈینگیں مت مارو
تم سے کوئی کام ہوا ہے ؟

غزل

ضبطِ غم کا بس اتنا صلہ چاہیے
ہنستے رہنے کا اک سلسلہ چاہیے

آبلہ پا ہوں کس کس سے کہتا پھروں
اب زباں پر بھی اک آبلہ چاہیے

رہبروں کے لیے ہیں اگر کارواں
رہ زنوں کو بھی اک قافلہ چاہیے

کام لیتے نہیں ہیں جو تدبیر سے
بس مقدر کا ان کو گلہ چاہیے

اس لئے موت کو یاد کرتا ہوں میں
زندہ رہنے کو اک مشغلہ چاہیے

زندگی میں تن آسانیاں ہی نہ ہوں
آزمائش کا بھی مرحلہ چاہیے

خواہ مخواہ مسکرانا تو آسان ہے
قہقہوں کے لئے حوصلہ چاہیے

غزل

درد جب بھی شدید ہوتا ہے
آہ کرنا مفید ہوتا ہے

منہ بگڑ تا ہے ضبط کرنے سے
اک تماشہ مزید ہوتا ہے

مانتی ہے برا مشیّت بھی
جب کوئی ناامید ہو تا ہے

پھر نظر میں کوئی نہیں جچتا
یوں بھی انجامِ دید ہو تا ہے

کام لینا نہ مصلحت سے بھی
مصلحت سے بعید ہوتا ہے

خواہ مخواہ جنگ اور محبت میں
سچ ہی اکثر شہید ہوتا ہے

غزل

مال و دولت کی چمک ہو تو غزل ہوتی ہے
سونے چاندی کی دمک ہو تو غزل ہوتی ہے

دل میں میٹھی سی کسک ہو تو غزل ہوتی تھی
اب تو سکوں کی کھنک ہو تو غزل ہوتی ہے

شاعری پہلے عبادت کی طرح ہوتی تھی
اب شرابوں کی مہک ہو تو غزل ہوتی ہے

شاعری میں کبھی ملحوظ ادب رہتا تھا
اب کسی کی بھی ہتک ہو تو غزل ہوتی ہے

کہکشاں کی طرح اشعار تھے روشن روشن
اب اندھیرے کی دھنک ہو تو غزل ہوتی ہے

جیب خالی ہو تو اشعار نہیں ڈھل سکتے
نقد روپئے ہوں یا چیک ہو تو غزل ہوتی ہے

غزل

جاگتے میں بھی خواب دیکھے ہیں
خوبصورت عذاب دیکھے ہیں

گال کے روپ میں ترے رخ پر
دو دہکتے ہوئے گلاب دیکھے ہیں

پھول سب بے مثال ہیں لیکن
خار بھی لاجواب دیکھے ہیں

توڑنی ہی پڑی ہمیں توبہ
جب شراب و کباب دیکھے ہیں

بھیس میں گھر بسانے والوں کے
ہم نے خانہ خراب دیکھے ہیں

جن کی عزت نہیں زمانے میں
ایسے عزت مآب دیکھے ہیں

زندگی کیا ہے ۔ بہتے پانی میں
کچھ ابھرتے حباب دیکھے ہیں

خواہ مخواہ ہم نے اس زمانے میں
اچھے اچھے خراب دیکھے ہیں

غزل

معافی یوں روا کردی گئی ہے
سزا بھی اب جزا کردی گئی ہے

ہزاروں بے گناہوں کے لہو کی
بڑی قیمت ادا کردی گئی ہے

اب اس سے بڑھ کے کیا انصاف ہوگا
پھولن دیوی رہا کردی گئی ہے

خدا حافظ تھا جس کا اب وہ کشتی
سپردِ ناخدا کردی گئی ہے

عجب دستورِ میخانہ ہے ساقی
مروّت یوں روا کردی گئی ہے

جو ہم اعلانیہ پیتے رہے ہیں
وہ ناصح کو چھپا کر دی گئی ہے

ہوا میں زہر ہے پانی بھی گندہ
عجب آب و ہوا کردی گئی ہے

جہاں جینا ہمیں اچھا لگا ہے
وہیں لازم قضا کردی گئی ہے

کسی کو نعمتِ اشکِ ندامت
خطاؤں پر عطا کردی گئی ہے

نہ محفل میں نہ بزم و انجمن میں
نہ خلوت میں بلا کردی گئی ہے

ہنسانے کی سعادت خواہ مخواہ کو
کئی برسوں رُلا کر دی گئی ہے

سچ

سچ ویسے تو سچ لگتا ہے
اب تو جھوٹ بھی سچ لگتا ہے

جھوٹوں کی دنیا میں یارو
کس کو اچھا سچ لگتا ہے

حال برا ہوتا ہے اس کا
جس کو اچھا سچ لگتا ہے

میرا سچ بھی جھوٹ لگے ہے
ان کا جھوٹ بھی سچ لگتا ہے

جھوٹ بلندی سے بولو تو
نیچے سب کو سچ لگتا ہے

ایک اگر سچ بولے ، جھوٹا
سب کا جھوٹ بھی سچ لگتا ہے

یہ تو جھوٹا بھی بولے گا
کڑوا کتنا ، سچ لگتا ہے !

سچ کو آنچ نہیں ، کہتے ہیں
سچ مچ آپ کو سچ لگتا ہے !

سچ کا بول ہے بالا جگ میں
سچ کہنا ، کیا سچ لگتا ہے ؟

اتنے پیارے لب ہیں ان کے
جھوٹ کہیں تو سچ لگتا ہے

خواہ مخواہ گر جھوٹ بھی بولے
سچ کہتا ہوں ، سچ لگتا ہے

غزل

سفارش کی ضرورت ہی نہ ہوتی
نوازش کی ضرورت ہی نہ ہوتی

اگر آتا ہمیں حق چھین لینا
گزارش کی ضرورت ہی نہ ہوتی

اگر سوکھے کنویں شبنم سے بھرتے
تو بارش کی ضرورت ہی نہ ہوتی

نہیں آتے اگر دنیا میں ہم تو
رہائش کی ضرورت ہی نہ ہوتی

حسینوں کا جو ہوتا حسن سادہ
نمائش کی ضرورت ہی نہ ہوتی

اگر ہو تا نہ شوقِ خود ستائی
ستائش کی ضرورت ہی نہ ہو تی

سیاست داں جو طبعی موت مرتے
تو سازش کی ضرورت ہی نہ ہوتی

اگر تم خواہ مخواہ کرتے قناعت
تو خواہش کی ضرورت ہی نہ ہو تی

غزل

پہلے پہلے شوہر کو ہر موسم بھیگا لگتا ہے
یوں سمجھو بلّی کے بھاگوں ٹوٹا چھیکہ لگتا ہے

پھیکا لنچ اور ڈنر بھی عمدہ اور تیکھا لگتا ہے
نقلی تیل میں تلا سموسہ اصلی گھی کا لگتا ہے

شادی ایک چیونگم ہے جو پہلے میٹھا لگتا ہے
پھر منہ میں جتنا گھولو گے اتنا پھیکا لگتا ہے

عقد ہوا جب میرا اُس دم کوئی چھینکا لگتا ہے
آئینے میں میرا چہرہ اور کسی کا لگتا ہے

محفل میں جب گھورا ان کو ایک سہیلی یوں بولی
بیوی کو تکتا رہتا ہے مُوا ندیدہ لگتا ہے

خواہ مخواہ نہ میرا ہی نہ اور کسی کا لگتا ہے
جتنے شوہر بیٹھے ہیں یہ حال سبھی کا لگتا ہے

غزل

خوب ہی دے نہیں سکتا، بہت خوب نہ مانگ
تجھ سے رہتا ہوں میں شرمندہ و محجوب نہ مانگ

بھوک گر تجھ کو لگی ہے مرا بھیجہ کھالے
جانتا ہوں میں تجھے مرغ ہے مرغوب نہ مانگ

شربت وصل کی ضد چھوڑ، تو لسیّ پی لے
جو پلا سکتا نہیں تجھ کو وہ مشروب نہ مانگ

کوٹ و سوئیٹر بھی جو دے دوں تو میں مرجاؤنگا
کل سے ہے آب و ہوا سرد اور مرطوب نہ مانگ

میری اردو بڑی کمزور ہے جاناں مجھ سے
معنیِ حسنِ طلبؔ طالب و مطلوب نہ مانگ

اب تو لے دے کے مری شاعری رہ جاتی ہے
کر چکا وہ بھی کسی اور کو منسوب نہ مانگ

اک فقط ہوش ٹھکانے ہیں انہیں رہنے دے
ورنہ ہو جاؤں گا اس عمر میں مجذوب نہ مانگ

دیکھ اب شکل بھی پہلی سی نہیں ہے میری
تو مجھے اپنے لئے صورتِ محبوب نہ مانگ

خواہ مخواہ میری بڑھاپے نے کمر توڑی ہے
وہ جوانی کی محبت مری محبوب نہ مانگ

غزل

ہم ان کی بزم میں آ کر پریشاں ہیں کدھر جائیں
اُن ہی کو دیکھتے ہیں ہم جہاں جائیں جدھر جائیں

ہماری تو کوئی سنتا نہیں سب ان کی سنتے ہیں
اُن ہی کا حکم چلتا ہے جدھر سے بھی گزر جائیں

بڑے انداز سے بولیں وہ۔ کیا جلدی ہے جانے کی؟
بس اتنی دیر ٹھہریں کہ مِری زلفیں سنور جائیں

کچھ اس طرح سے ان کے رخ پہ ایک اک زلف برہم ہے
سنورنے بیٹھ جائیں تو کئی صدیاں گزر جائیں

محبت بھی عجب حاکم ہے کیسے حکم دیتی ہے
نہ مانیں تو چڑھیں سولی اگر مانیں تو مرجائیں

نکل کر میکدے سے خواہ مخواہ اس سوچ میں گم ہیں
ہم اپنے گھر تو جا سکتے نہیں اب کس کے گھر جائیں

غزل

بحث میں جیتنے جب وہ حوالے ڈھونڈتے ہیں
بہانے بھی ہمیشہ ہم نرالے ڈھونڈتے ہیں

کسے فرصت ہے ظلمت کو ہماری دور کردے
سب اپنے ہی اندھیروں میں اجالے ڈھونڈتے ہیں

شہر میں امن کو ہم ڈھونڈنے نکلے ہیں جیسے
علیگڈھ دیکھنے آئے ہیں تالے ڈھونڈھتے ہیں

جو لیڈر ہیں وہ چُن چُن کر پرانی بستیوں میں
لگانے آگ بارودی مسالے ڈھونڈھتے ہیں

چڑھانے کو سیاسی مصلحت کی بھینٹ پر وہ
غریبوں مفلسوں میں ہی جیالے ڈھونڈتے ہیں

بدن کو گرم رکھنے کے لئے ہی خواہ مخواہ ہم
بڑھاپے میں نئے شالے دو شالے ڈھونڈتے ہیں

غزل

ہمیں کوئی مطلب نہیں لامکاں سے
غرض ہے ہمیں صرف اپنے مکاں سے

غموں کا یہ عالم ہے جانے کہاں سے
چلے آرہے ہیں یہاں سے وہاں سے

نکالے گئے ہیں جو ہم آشیاں سے
شکایت نہیں ہے ہمیں باغباں سے

کہیں برق پر بجلیاں نہ گری ہوں
یہ شعلہ سا اٹھتا ہے کیوں آسماں سے

جلا ہی نہیں تو دھواں کیا اٹھے گا
مرے نرم و نازک دلِ ناتواں سے

برستی نہیں موسلادھار خوشیاں
اُترتی ہیں یہ بوند بوند آسماں سے

نظر میری اچھی ہے پھر یہ نظارے
نظر آرہے ہیں مجھے کیوں دھواں سے

لٹکتی ہے تلوار سر پر ہمیشہ
بچائے خدا ایسے امن و اماں سے

کسی کی نظر خواہ مخواہ لگ نہ جائے
بڑھاپے ہیں لگتے ہو تم نوجواں سے

غزل

میر کے مشہور مطلع۔ دیکھ تو دل کہ جاں سے اٹھتا ہے
یہ دھواں سا کہاں سے اُٹھتا ہے
سے متاثر ہو کر

کسی کے دلِ نا تواں سے نہ جاں سے
نہ نالے نہ شکوے نہ آہ و فغاں سے

نہ شدت سے غم کی نہ دردِ نہاں سے
نہ دیر و حرم سے نہ کوئے بُتاں سے

قفس سے نہ جلتے ہوئے آشیاں سے
نہ زیرِ زمیں نہ بلند آسماں سے

غزل حضرتِ میرؔ نے بھی لکھی تھی
مِلا کے قوافی یہاں سے وہاں سے

کسی شعر میں بھی تغزل نہیں ہے
غزل چل گئی صرف طرزِ بیاں سے

کیا تذکرہ صرف مطلع میں اس کا
مگر یہ نہ سمجھے اُٹھا ہے کہاں سے

دنوں بعد لکڑی سے چولھا جلا تھا
دھواں تو اٹھے گا ہی میرے مکاں سے

یہ سنجیدگی ایک سنگِ گراں ہے
اٹھے گا نہ یہ بوجھ مجھ ناتواں سے

اُٹھاتے تو ہو بزم سے خواہ مخواہ کو
کہیں خواہ مخواہ اٹھ نہ جائے جہاں سے

نظمیں

ہندوستاں ہمارا

نہ یہہ زمیں ہماری نہ آسماں ہمارا
دوزخ سے کم نہیں ہے جنت نشاں ہمارا
سننا پڑے گا سب کو اب تو بیاں ہمارا
ہندوستاں کے ہم ہیں یہ ہندوستاں ہمارا

جنتا پہ راج کرتی ہے ڈاکوؤں کی ٹولی
وہ بچ گئے جنہوں نے کھیلی تھی خوں کی ہولی
معصوم شہریوں پہ جس نے چلائی گولی

وہ سنتری بنا ہے اب پاسباں ہمارا

غیروں سے ہم نے سیکھا اپنوں کو غیر رکھنا
ناموس ہی حرم کا نہ پاسِ دیر رکھنا
مذہب ہی جب سکھائے آپس میں بیر رکھنا
باقی رہے گا کیسے نام و نشاں ہمارا

مقتول کیا بتائے ہے کون اس کا قاتل
کب جانے ختم ہوگی یہ جنگِ حق و باطل
حُبِّ وطن ہمارے ایمان میں ہے شامل
مسلم ہیں ہم ، وطن ہے سارا جہاں ہمارا

روشن ہوی ہیں شمعیں ہم سے ہی انجمن میں
غنچے کھلائے ہم نے صحرا میں اور بن میں
اے باغباں بتا تو اتنے بڑے چمن میں
کیا حرج ہے رہے گر اک آشیاں ہمارا

ہم نے بھی خون دے کر سینچا ہے اس چمن کو
سر سے بندھا ہے اب بھی کھولا نہیں کفن کو
کہتے ہیں آس کوی ہم سے نہیں وطن کو
ہے کوئی دور کردے وہم و گماں ہمارا

گو کارواں ہمارا آمادۂ سفر ہے
رستے میں لُٹ نہ جائے ہر شخص کو یہ ڈر ہے
رہزن بنا ہے رہبر اور راہ پُرخطر ہے
منزل پہ کیسے پہنچیگا کارواں ہمارا

پگڈنڈیوں پہ چلتے ہیں رہ گزر نہیں ہے
تنہا ہیں ان کا کوئی بھی ہمسفر نہیں ہے
ہم شاعروں کو دیکھو رہنے کو گھر نہیں ہے
لکھتے ہیں شاعری میں سارا جہاں ہمارا

عزت و آبرو سے جینے کا عزم کرلیں
اپنے وطن پہ قرباں ہونے کا عزم کر لیں
موت آگئی تو ہنس کر مرنے کا عزم کرلیں
کب تک رہے گا آخر ، دل ناتواں ہمارا

جب سے ہُوا ہے درہم بر ہم نظام اپنا
کوی نہیں جہاں میں قائم مقام اپنا
سب کے دلوں میں یارو اب ہے قیام اپنا
سمجھو ہمیں وہیں اب دل ہے جہاں ہمارا

جینا یہاں سزا ہے اب اور ہم کہیں کیا
گندی فضا میں کبتک مر مر کے ہم جئیں کیا
چین و عرب کو لے کر ہم خواہ مخواہ کریں کیا
کافی ہے بس رہے گر ہندوستاں ہمارا

بیوی اور پتلون

بیگم سے کہا ہم نے جو فرصت ہے آپ کو
پتلون میں ہماری بٹن ایک ٹانگ دو

غصے سے بولیں، آپ ہی خود ٹانک لیں جناب
بیوی کا جب مذاق اڑاتے رہے ہیں آپ

بیوی بغیر آدمی ہوتے نہیں پورے
میں نہ رہوں تو آپ بھی رہ جائیں ادھورے

یوں تو بٹن کا ٹانکنا چھوٹا سا کام ہے
یہ کام بھی تو لائقِ صد احترام ہے

مردانگی کی شان نہ اتنی بگھارئیے
سوئی میں صرف دھاگہ پروکر دکھائیے

پتلون میں جو آپ بٹن خود لگائینگے
اُنگلی چبھو کے سوئی میں خوں میں نہائینگے

سوچو بٹن بغیر جو پتلون پہنتے
پتلون پھسلتی تو کیا سب لوگ نہ ہنستے

پتلون میں تمہاری بٹن کون ٹانکتی
دنیا میں تم بتاو جو عورت ہی نہ ہوتی

ہم نے کہا کہ اپنی بڑائی نہ ہانکیے
چھوٹی سی ہے یہ بات نہ آگے بڑھائیے

پتلون میں بس ایک بٹن ٹانکنے کا تھا
پتلون کو بٹن میں نہیں ٹانکنے کا تھا

غصے کو تھوک دیجیے میری بات مانیے
کھائی میں یوں بحث کی خدارا نہ جھانکیے

گر اس بحث کا خاتمہ ہونا ضرور ہے
جو بات سچ ہے آپ کو سنناضرور ہے

عورت اگر نہ ہوتی تو جنّت ہی میں رہتے
دنیا میں آکے اس طرح دکھ درد نہ سہتے

شادی بیاہ کا ہمیں خطرہ بھی نہ ہوتا
صرف اک بٹن کو ٹانکنے نخرہ بھی نہ ہوتا

بیوی ، یا اس کی بہن ہو یا ہو کسی کی ساس
تم ہو اسی لئے تو پہنتے ہیں ہم لباس

مردوں کو ، اگر دنیا میں عورت ہی نہ ہوتی
پتلون پہننے کی ضرورت ہی نہ ہوتی

قدرِ سگ

ایک دن جب ہو رہا تھا پالتو، کتّوں کا گیم
اپنے کُتّے کو لئے ٹکرای مجھ سے ایک "میم"

نام پوچھی میرے کُتّے کا تو میں چکرا گیا
پھر یہ بولا کہ نیا ہے سوچ کر رکھوں کا" نیم"

سن کے بولی، مین، تم بے نام کے چل جاؤ گے
کیوں کہ تم ہو فالتو، پر ڈاگ تو ہوتا ہے "ٹیم"

آدمی بس آدمی ہوتا ہے لیکن ڈاگ کی
پر سنیلیٹی ابھرتی ہی نہیں" وِد آوٹ نیم"

آپ اپنے "نیم" سے کچھ "فیم" شاید ہوں نہ ہوں
آپ کے کُتّے کا کوئی نام نائی ہے" شیم شیم"

آپ کو معلوم ہے میں نے بہت ہی سوچ کر
اپنے "پٹ" کا نام میں نے رکھدیا ٹیمور لیم

کوی چاہے کچھ بھی کہہ لے سچ تو یہ ہے خواہ مخواہ
قدرِ سگ انگریز داند یا بداند اس کی "میم"

سیاسی مصلحت

ہے یہی دستور دنیا اور یہی دیکھا گیا
پھول سے خوشبو ، نکلتے ہی اسے پھینکا گیا

باغِ ہندوستان جن کے خون سے سینچا گیا
دارِ ناقدری پہ بالآخر انہیں کھینچا گیا

زندگی میں مل گئے کتنوں کو سرکاری خطاب
مفت میں اُن کو خریدا مُفت میں بیچا گیا

مرنے والوں کو بھی ہر اعزاز پارلیمنٹ میں
اہتماماً وارثوں کے ہاتھ میں سونپا گیا

تھے رقم جن میں جہادِ جنگِ آزادی کے باب
طاقِ نسیاں میں اُنہی اوراق کو پھینکا گیا

ہند کی تاریخ کا بابِ درخشاں ، پوچھیے
کیوں سیاسی مصلحت کی آگ میں جھونکا گیا

ملک میں فرقہ پرستوں کی ہوا چل ہی گئی
نہ کسی نے سرزنش کی نہ انہیں ٹوکا گیا

تنگ نظری ، بغض اور نفرت بھرے ترشوں کو
پیٹھ میں انسانیت کی اس طرح گھونپا گیا

حضرت آزاد کو اعزاز بھارت رتن کا
خواہ مخواہ ان کے پتے پر ڈاک سے بھیجا گیا

سیڑھیاں

چڑھتی کہیں ، کہیں سے اترتی ہیں سیڑھیاں
جانے کہاں کہاں سے گزرتی ہیں سیڑھیاں

یادوں کے جھلملاتے ستارے لئے ہوئے
ماضی کی کہکشاں سے اُترتی ہیں سیڑھیاں

لیتی ہیں یوں سفر میں مسافر کا امتحاں
ہموار راستوں پہ ابھرتی ہیں سیڑھیاں

کرتی ہیں سر غرور کا نیچے ، اتار کر
پستی کا سر ، بلند بھی کرتی ہیں سیڑھیاں

تاریکیوں کو اوڑھ کے سوتی ہیں رات بھر
سورج کی روشنی میں نکھرتی ہیں سیڑھیاں

ہلتی نہیں ہلائے سے ثابت قدم تلے
بہکیں اگر قدم تو بہکتی ہیں سیڑھیاں

منبر پہ چڑھ کے بیٹھتی ہیں واعظوں کے ساتھ
رندوں سے چھیڑ چھاڑ بھی کرتی ہیں سیڑھیاں

جب کوئی حال پوچھنے آئے نہ مدتوں
اندر سے ٹوٹ پھوٹ کے مرتی ہیں سیڑھیاں

یادوں کے پھونک پھونک کے رکھنے پڑے قدم
زخموں سے دل کے جب بھی سنورتی ہیں سیڑھیاں

لیتی ہیں بڑھ کے سب کے قدم تو لگا مجھے
تنہائی کے عذاب سے ڈرتی ہیں سیڑھیاں

یوں دل میں تیری بات اترتی ہے خواہ مخواہ
گہرے کنویں میں جیسے اترتی ہیں سیڑھیاں

ریل

نہ خواب آتے ہیں مجھکو نہ کسی کی یاد آتی ہے
مسافر ہوں، مری ہر شب سفر میں بیت جاتی ہے

مجھے تو گھر بھی اسٹیشن کا ویٹنگ روم لگتا ہے
سفر کرنے کی یہ عادت بڑی مشکل سے جاتی ہے

عجب ممتا ہے چلتی ریل کی مجھ جیسے نٹ کھٹ کو
کھٹا کھٹ، کھٹکھٹا کی لوریاں دے کر سلاتی ہے

مری فطرت پسندانہ طبیعت سے بھی واقف ہے
جہاں سے بھی گزرتی ہے نئے منظر دکھاتی ہے

گزر جاتی ہے بل کھاتی ہوی رنگین وادی سے
پہاڑوں اور غاروں میں بھی اکثر دندناتی ہے

مری مشقِ سخن میں یوں بھی اکثر ساتھ دیتی ہے
نئے اشعار میرے کان میں وہ گنگناتی ہے

غزل میری مکمل جب تلک ہونے نہیں پاتی
میری خاطر وہ ہر سگنل پہ یونہی ٹھہر جاتی ہے

اگر مل جائے سگنل بھی تو ٹس سے مس نہیں ہوتی
مری طرح وہ جب فکرِ سخن میں ڈوب جاتی ہے

کسی دن میں اگر اس میں سفر کرنے نہیں پاتا
مجھے وہ دوسرے دن سیٹیاں دے کر بلاتی ہے

اتر جاتی ہے پٹڑی سے وہ اکثر روٹھ کر مجھ سے
کبھی پیاسا سلاتی ہے کبھی بھوکا اٹھاتی ہے

بلاوجہ بھی جب میں روٹھ جاتا ہوں کبھی اس سے
ٹھہر جاتی ہے جنکشن پر مجھے گھنٹوں مناتی ہے

بڑی بے بس سی ہو جاتی ہے مجھ کو دیکھ کر بس میں
کراسنگ پر مجھے وہ دیکھ کر نظریں چراتی ہے

انا کو جب بھی اس کی ٹھیس لگتی ہے تو دیکھا ہے
وہ منزل سے ذرا پہلے ہی اکثر لیٹ جاتی ہے

سفر لمبا ہو یا ہو مختصر، دن کا ہو یا شب کا
مرا سامان، بستر، ناز نخرے سب اٹھاتی ہے

شریکِ زندگی پر کیوں نہ میں ترجیح دوں اس کو
وہ میرے ساتھ میری شاعری کا بوجھ اٹھاتی ہے

سکوں کی نیند تو بس ریل کے ڈبے میں آتی ہے
نہ مچھر کاٹتے نہ خواہ مخواہ بیوی ستاتی ہے

لیڈر سے خطاب

اگر نہیں ہے کوئی کام، کام پیدا کر
کہیں سے ڈھونڈھ کے میناو جام پیدا کر

نہ پھنسنا گردشِ لیل ونہار میں زنہار
تو، روز ایک نئی صبح شام پیدا کر

تو ہر طرح کے سبھی کام لے غلاموں سے
غلام گر نہیں ملتے غلام پیدا کر

دلوں میں تیر کی مانند جو اُتر جائے
تلاش کر کے کچھ ایسا کلام پیدا کر

سنا کے نام سے اپنے خود اعتمادی سے
اساتذہ کی صفوں میں مقام پیدا کر

ترے عتاب سے ڈرتے ہیں جیسے گھر والے
معاشرے میں بھی ایسا مقام پیدا کر

زمانہ آکے ترے در پہ سر جھکائے گا
کسی طرح سے سیاست میں نام پیدا کر

جو عارضی ہی سہی ، چند راحتیں لیکر
ضمیر بیچ دیں ایسے عوام پیدا کر

رہینگی دو سے زیادہ بھی جس میں تلواریں
کسی طرح سے اک ایسی نیام پیدا کر

لگا کے پان میں کھائے تو قوم سو جائے
ملا کے بھنگ نیا اک قوام پیدا کر

تو ، چاہتا ہے تری خواہ مخواہ شہرت ہو
خودی کو بیچ امیری میں نام پیدا کر

موت

جاگیں کبھی نہ ، ایسا سلاتی ہے وقت پر
شاہ و فقیر سب کو اُٹھاتی ہے وقت پر

ممکن ہے کسی وقت وہ بے وقت ہنسا دے
یہہ بات مگر طے ہے رلاتی ہے وقت پر

سب اس کو انگلیوں پہ نچاتے رہے مگر
تِگنی کا ناچ وہ بھی نچاتی ہے وقت پر

پل بھر بھی کام ہونے پہ ، رکتی نہیں کبھی
آتی ہے جیسے ، ویسے ہی جاتی ہے وقت پر

عمرِ رواں کے ساتھ وہ رہتی ہے عمر بھر
بس ایک بار روٹھ کے جاتی ہے وقت پر

انجام اس کا باعث عبرت ہو اس لئے
ہو گر برا کوئی ، تو سناتی ہے وقت پر

جو دربہ در ہے آخری منزل کی کھوج میں
اس کو بھی سیدھی راہ دکھاتی ہے وقت پر

اسٹیج پر دکھا کے نئے کھیل تماشے
پردہ وہ زندگی کا گراتی ہے وقت پر

ہے موت بھی عجیب ہی معشوق خواہ مخواہ
وعدہ کئے بغیر بھی آتی ہے وقت پر

روٹیاں

کمیاب ہو گئیں جو ذہانت کی روٹیاں
کھانے لگے ہیں لوگ جہالت کی روٹیاں

محنت سے جن کو عار ہے وہ بھیک مانگ کر
دن رات توڑتے ہیں سخاوت کی روٹیاں

کھا تو رہے ہو دیکھنا پچھتاؤ گے اک دن
ہوتی نہیں ہیں ہضم عداوت کی روٹیاں

لیڈر ہمارے باہمی نفرت کی آگ پر
جب سینک چکے گندی سیاست کی روٹیاں

اب عارضی فتح پہ ندیدوں کو دیکھئے
اِترا کے کھا رہے ہیں حماقت کی روٹیاں

کتّوں کو کھلائینگے محبت کی غذائیں
مہماں کو کھلاتے ہیں حقارت کی روٹیاں

چربی گھٹا نے اپنی صحت مند عورتیں
پرہیز میں کھاتی ہیں نزاکت کی روٹیاں

گھر کے کچن کا بزرگو رکھنا ذرا خیال
دیکھو وہاں پکیں نہ بغاوت کی روٹیاں

عقلِ سلیم ہی جنہیں چھوکر نہیں گئی
بانٹو نہ ان میں فہم و فراست کی روٹیاں

انساں کو ستائے گی سدا بھوک ہوس کی
جب تک نہ میسّر ہوں قناعت کی روٹیاں

میری صحت کا راز بس اتنا ہے خواہ مخواہ
کھاتا ہوں روز طنز و ظرافت کی روٹیاں

قطعات

دکنی

دکنی میں سنجیدہ قطعات

سوز میں بھر کو جب ساز آتا ہے
دل رونے سے نئیں باز آتا ہے
ایسا ہلو ، دل میں بس گئیں
جیسا سینے میں راز آتا ہے

سایہ نئیں ہے دھوپ کڑی ہے
سر پو آکو موت کھڑی ہے
پھٹا دامن کیسا سیئوں میں
دھاگا چھوٹا سوئی بڑی ہے

دکھانے کے لیے آنکھوں کو جھیل بھی کرتیں
امیر لوگ غریبی کو رفیل بھی کرتیں
بڑے عجیب دیالو ہیں پیسے والے بھی
یہہ بھیک دینے سے پہلے ذلیل بھی کرتیں

جو دکھانے کے لئے ہوتیں وہ کاماں مت کرو
کیا دیتیں کس کو دیتیں بیکار باتاں مت کرو
بھول سے گر ہوگئی نیکی تو فورا بھول جاو
کردئیں خیرات تو پھر تم حساباں مت کروں

دولت بٹور لیتے ہیں جو دونوں ہاتھ سے
خیرات نئیں کرینگے کبھی اُلٹے ہاتھ سے
کتّے بڑے سخی ہیں وہ کیا بولوں خواہ مخواہ
کوّے کو نئیں ہکالے کبھی جھوٹے ہاتھ سے

میں اپنا چھوڑ کو گھر بار مت پوچھو کدھر نکلوں
ہنسی کے ہر طرف پھیلتیں اجالے میں جدھر نکلوں
جہاں میں خواہ مخواہ یوں صورتِ خورشید جی روں میں
اِدھر ڈُب کو اُدھر نکلوں اُدھر ڈُب کو اِدھر نکلوں

دکنی کی ایک عرصے سے حالت خراب ہے
لگتا ہے جیسے اس کی بھی صحت خراب ہے
ڈنڈا، خطیب جاچکے دنیا سے خواہ مخواہ
میری بھی کچھ دنوں سے طبعیت خراب ہے

فِکر ہیں پڑ کو بڑھاپے کی، بے فِکر دِکھنے
خضاب کالا لگاتے ہیں کم عُمر دکھنے
ہیں نوجواں ہوں مگر اپنے کالے بالوں کو
سفید خضاب لگایوں ہیں معتبر دکھنے

ہیں شاعر و ادیب انوں، سچی، قسم سے
شعر و ادب ہیں اِتّے ہیں کنجوس جنم سے
پکوان کر کو چھوٹی سی اک شئے دوات ہیں
کھانا نکالتیں انوں پتّی کے قلم سے

ذرا چکھنے اچار نئیں دیتے
لاکھ مانگو ادھار نئیں دیتے
اتنے کنجوس ہیں میرے سالے
آنگ کا تک بخار نئیں دیتے

دیکھو ! خوشیاں بھنگ نئیں ہونا
آپس میں اب جنگ نئیں ہونا
لمبا رستہ بھی کٹ جئینگا
پاؤں میں جوتا تنگ نئیں ہونا

دل کے بہلانے کو نقلی پھولوں کی ڈالی دے رئیں
گول پھرانے ہشیاری کا لٹو اور جالی دے رئیں
عقل نئیں سولیڈر دیکھو ہار گئے تو غصے میں
پاؤں بڑا ہے سو نئیں دیکھے جوتے کو گالی دے رئیں

بات چاہے کوئی بھی رہندیو، پہلے اس کو تو لنا
پھر اگر وہ بولنے کی بات رہی توئی بولنا
کوی جب تک یہ نہ پوچھے منہ میں کتنے دانت ہیں
منہ کو اپنے اس وقت تک خواہ مخواہ نئیں کھولنا

اب کسی پر بوجھ نئیں ہوتی ہے مہمانی میاں
میزبانی میں بھی نئیں ہوتی پریشانی میاں
آنکھ بند کر کو نگل لیو اس میں کنکر بہت ہیں
دو روپے کیلو کے چاول کی ہے بریانی میاں

دال نئیں ہے تو سوکھی روٹی سئیں
نئیں ملی گر بڑی تو چھوٹی سئیں
خواہ مخواہ جو ملی غنیمت ہے
بھاگتے بھوت کی لنگوٹی سئیں

نئیں آیا نا سمجھ میں ، کیسا ہے یہ تماشا
پانی میں کب سے ہے پن گھلتا نچ نئیں بتاشا
تو ، خواہ مخواہ کیکو حیران ہو کو بیٹھا ئے
گھل جائینگا کسی دن اللہ بڑا ہے باشا

ہم ہوگئے ضعیف تو آخر کرینگے کیا
لمبی عمر ملی بھی تو جی کو کرینگے کیا
بیوی کے جیسا پیار اگر اُن سے نئیں ملا
جنت میں ایسی حوروں کو لے کو کرینگے کیا

الٹے سیدھے کاماں کر کو سب سے بولنے منہ نئیں ہوتا
اپنے منہ سے اپنے سارے پولاں کھولنے منہ نئیں ہوتا
راز کے باتاں بند کمرے میں خواہ مخواہ کیوں ہلّو بولوں
دیواروں کو کان تو ہو تیں ان کو بولنے منہ نئیں ہوتا

مجھ جیسے شاعر کو جب شعراں قرانا پڑتا ہے
دل اندر سے رویا بھی تو اسے ہنسانا پڑتا ہے
بس یہی سونچ کے خواہ مخواہ میں ناز اٹھاتوں بیوی کے
دودھ دیتی سو بھینس کے دولاتاں بھی کھانا پڑتا ہے

نظروں میں سب کی خود کو ایسا گرا کو بیٹھیں
قسمت سے جو ملی تھی کرسی کھپا کو بیٹھیں
جب پیٹ لیڈروں کے رشوت سے نئیں بھرے تو
منہ نئیں سو جنوروں کا چارہ بھی کھا کو بیٹھیں

سب کے دل میں رس بس گئی تھی اب وہ مورت سے کاں سے لاؤں
پہلی جیسی خبصورت تھی اب وہ صورت کاں سے لاؤں
گھر کے اندر اور باہر بھی جاں دیکھوں واں آئینے ہیں
لیکن آئینوں میں دیکھوں میں ایسی صورت کاں سے لاؤں

بزدل ہے وہ جو جیتے جی مرنے سے ڈر گیا
اک ہینچ تھا جو کام ہی کچھ اور کر گیا
جب موت آکو میرے کو کرنے لگی سلام
ہیں والکم سلام بولا اور مر گیا

ہنس ہنس کو نئیں جیئے تو تکلیف ہوئینگی دیکھو
اشکوں کو نئیں پیئے تو تکلیف ہوئینگی دیکھو
تکلیف کا وہ اتنا عادی ہے، خواہ مخواہ کو
تکلیف نئیں دیئے تو تکلیف ہوئینگی دیکھو

کیا گلّی گلّی، آوارہ بن کو بھٹک رَوں میں ؟
بچوں کے جیسا ضِد میں کیا پاواں پٹک رَوں میں ؟
نیچے اتارو جلدی اور گاڑ دیو قبر میں
طنز و مزاح کی سولی پو کب سے لٹک رَوں میں

امیروں کی نشانی ہے بلڈ پریشر کی بیماری
غریبوں کو تو ہوتے بھوک سے چکّر کی بیماری
مجھے میٹھا پسند ہے خوب کھاتوں ٹوک رئیں کیکو
مکوڑے کو کبھی ہوتی ہے کیا شکّر کی بیماری

سب مطلب کے لوگاں ہیں یاں کون مرا دکھ باٹینگا
کوئی ایسا دوست نہیں جو میری کھانسی کھاسینگا
جب قسمت میں پیچ لکھا ہے پیٹ میں انجکشن لینا
اونٹ پو بیٹھ کو نکلے بھی تو کتا اک دن کا ٹینگا

گر کو سنبھلنے ان کو ٹھوکر کی کیا ضرورت
جب خود انوں کمارئیں شوہر کی کیا ضرورت
بچے بھی اپنی اماں سے لاڈ کر کو بولے
باوا ریٹائر ہوگئیں نوکر کی کیا ضرورت

بڑے ہی پیار سے بولی یہ شوہر سے جہاں آرا
اجی سُنئیں ذرا ، میری سمجھ میں کچھ بھی نئیں آرا
گدھے پو بیٹھے بیٹا تمہارا ضد کرے جارا
بیٹھالیو اسکو کاندھے پو تو خوش ہو جئینگا بے چارا

لڑ لڑ کو بھیجہ کھا گئی ہے ایسی تو ، گھر والی ہے
نئیں سمجھا تھا میری ایسی حالت ہونے والی ہے
اچھا کھیت میں بیٹھ کو آیوں پھر بھی پیٹ میں گڑبڑ ہے
سمجھو کھیت میں نئیں بیٹھا ، تو لوٹا کیکو خالی ہے

مرے اک دوست بولے خواہ مخواہ کچھ کر دکھا دینا
تڑپتا دیکھ لوں بیوی کو ایسا گر سکھا دینا
میں بولا ، کام بس اتا کرو تم اپنی بیوی کو
نوی ساڑی پنا کو گھر کے سب آئینے چھپا دینا

دل میں جب کرنے کو ٹھانے تو، دشوار بھی نہیں لگتا
سچ پوچھو تو ایسا کرنا کچھ بیکار بھی نہیں لگتا
قد سے چھوٹے دروازے سے تھوڑا جھک کو نکلے تو
تم چھوٹے نہیں ہو جاتے اور سر کو مار بھی نہیں لگتا

شرابی بھینس سے ٹکرا کے بولا، ہم یہ بوتل توڑ دیتے ہیں
بہن جی! معاف کرنا کل سے ہم پینا پلانا چھوڑ دیتے ہیں
پھر اک موٹی سی عورت سے جو ٹکرایا تو غصہ میں یہ بول اٹھا
یہ سالے بھینس اپنی باندھ کے نہیں رکھتے کھُلّی چھوڑ دیتے ہیں

تین شعر (دکنی)

دوستوں کے چہروں پر ساز باز پڑھ لیتوں
اپنے دشمنوں کے بھی دل کے راز پڑھ لیتوں
جتنے دوستاں میرے شاعراں ہیں سنجیدہ
ان کے ناز اٹھالیتوں ہور نیاز پڑھ لیتوں
وہ اذان تو دیتیں پن نماز نئیں پڑھتے
میں اذاں تو نئیں دیتا پن نماز پڑھ لیتوں

معشوقہ بیوی بن گئی تو پاؤں کی بیڑی ہو جئینگی
چپل جاکو، سینڈل کی بھی اونچی ایڑی ہو جئینگی
پیار محبت کرنا پن کی زیادہ لاڑاں مت کرنا
چھوٹے سے قد کی بھی رہئی تو لمبی سیڑھی ہو جئینگی
جم گئے سوکھی میں تم بھول کو سیدھی انگلی مت ڈالو
گھی نئیں نکلینگا انگلی بھی تیڑھی میڑھی ہو جائنگی
کُتّے کی دم سیدھی کرنے پھونکنی میں رکھ کو دیکھو
دُم جیسی کی ویسی رہینگی پھونکنی ٹیڑھی ہو جئینگی

مجھ جیسے شاعر کا یارو کچھ ٹھور ٹھکانا نئیں ہوتا
قسمت کی بات ہے یوں سب کے ہنسنے کا بہانہ نئیں ہوتا
میں تو ہوَلے کا ہولا ہوں گر تیر چلانا سیکھ لیتا
سب کی نظروں کے تیروں کا اک ہیچ نشانہ نئیں ہوتا
سب لوگاں مل کو پھتروں سے مارینگے توئی ان کا ٹینگا
خود اپنی مرضی سے یارو کُتّا بھی دیوانہ نئیں ہوتا

شادی مجھے قبول ہے کیا بول کو بیٹھوں
اک نئیں سو بلا اپنے سر پو مول کو بیٹھوں
شامت مری پکا ری تھی قاضی کے سامنے
نئیں بولنا تھا کیا کروں ہاں ۔ بول کو بیٹھوں
چل را تھا جس سے عشق اُ نئی بن گئی بیوی
آبِ حیات میں مَیں زہر گھول کو بیٹھوں

نظمیں

دکنی میں آزاد نظم

قیامت آئینگی اِک دن
سوا نیزے پو سورج دھوپ کی انگار برسینگا
پڑینگے پیاس سے حلق میں کانٹے
اسی دن میں سُنوں کہ
سارے لوگوں کا حساب ہوئینگا
ثواباں جب ملینگے نیک لوگوں کو
بُرے لوگوں کو بھی
اُن کے گناہوں کی سزا مل جائینگی اس دِن
میں کیا نیکی کروں۔ کیا نئیں کروں
معلوم ہے اللہ میاں کو سب
مگر یہ بھی سنوں کہ پوچھ تو ہوئینگی
تو بولوں گا
مرے بس میں تو کچھ نئیں تھا
میں اک مجبور شاعر تھا

میں اپنے غم بھلانے کے لئے ہنستا ہنساتا تھا
مگر لوگاں بھی بھولے تھے
جو میرے ساتھ اپنے غم بھلا کو خوب ہنستے تھے
میں ان کو جب بھی ہنستے دیکھتا تھا
سمجھتا تھا تری مخلوق کی خدمت کروں میں
مگر اندر ہی اندر تیرے غصے سے ڈروں میں
ظلم سہہ کو کبھی خاموش نہیں تھا
تری رحمت سے میں مایوس نہیں تھا
میں جو کچھ بھی لکھوں سب سچ لکھوں میں
مجھے سچ کے سوا آتا نہیں تھا اور کچھ لکھنا
سزا سچ بولنے کی میں تو دنیا میں بھی بھگتا ہوں
میں سچ بولا تھا واں بھی اور یاں بھی سچ ہی بولوں گا
زباں کو میری چیر کے بھی دیئے اور دھمکی بھی دیئے کہ
کاٹ ڈالینگے زباں میری
قلم کر دینگے دونوں ہاتھ میرے

مگر میں جھوٹ بولا تھا کبھی نہ جھوٹ بولوں گا

میرے مالک ترا فرمان ہے

ہمیشہ سچ جو بولینگے

تو، اُن کو اپنی رحمت سے نوازینگا

پڑھوں میں یہ بھی قرآں میں

کہ تو سچ بولنے والوں کو جنت میں جگہ دینگا

تو ان کے ساتھ بھی رہینگا

مجھے پکا بھروسہ ہے

ترے محبوب کا دیدار بھی ہوئینگا

مجھے نکو تیری جنت

فقط تو ، ساتھ رہو میرے

کہ تیرا ساتھ ہی

سب نعمتوں پر بہت بھاری ہے

مرے مالک ترے محبوب کا دیدار ھو جئینگا

مرا جو ڈوبنے والا ہے بیڑہ پار ھو جئینگا

دکنی شاعری

جلالی فقیر کا غصّہ

کسی طرح بھی جی لیوَنگا میاں مَیں
خود اپنے زخم سی لیوَنگا میاں مَیں

گھرِ ے گھر بھیک منگ لوں گا میاں میں
تمارے در پوتیں آونگا میاں میں

تمارے گھر کا اب پانی بھی نکّو
دو آنسو پی کو جی لیوَنگا میاں میں

اگر پھر بھی بجھی نتیں پیاس میری
خود اپنا خون پی لیوَنگا میاں میں

اگر فاقوں سے میں مر بھی گیا تو
کسی پر بوجھ نہیں ھونگا میاں میں

میں اپنی لاش کھاندے پو اٹھا کو
خود اپنا بوجھ ڈھولونگا میاں میں

تمے کیا اب مجھے خیرات دینگے
تمہارے کو بچ کچھ دیونگا میاں میں

مری جو خواہ مخواہ جھولی ہے خالی
خدا دینگا تو بھر لیونگا میاں میں

جیتے نا!

شرط لگا کو پیار کی بازی کیسا بھی تم جیتے نا!
تم کو کیا ہے میری سانس تو ہو گئی اوپر نیچے نا

پیسے نئیں دیتا بولا تو ، کیا بولوں میرے سالے
مسجد میں سے چوری کر کو میرے جوتے بیچے نا۔

سارے کاماں ہوندے ہوئینگے ایسی بھی کیا بے صبری
گھر سے باہر بھی نئیں نکلا۔ کتّی دور سے چھینکے نا

ان کی ایک شرارت بولوں میرے پیچھے سے آکو
کون ہوں میں پہچانو بول کو میرے آنکھیاں موچے نا

حوروں کی لالچ میں آکو جلدی مرنا سوچا تھا
مولی صاحب جنت کا تم اچھا نقشہ کھینچے نا!

چپ نئیں رہ کو بول دیا تھا، بہتچ اچھے دِکھ رئیں تم
اس دِن سے بس ہاتاں دھو کو پڑ گئے میرے پیچھے نا

میرے خیر اندیشوں کی بھی کھیکڑے جیسی خصلت ہے
ذرا اوپر چڑھتیچ میری ٹانگ پکڑ کو کھینچے نا

یہ کیسی گمت ہے یارو میں تو جاں کا واں ئیچ کھڑوں
لوگاں میرے پاؤں سے چل کو منزل پو جا پہنچے نا

میں کیسا ضدّی پیاسا ہوں ساقی تو بھی مڑ کو دیکھ
دریا میری پیاس بجھانے آرائے میرے پیچھے نا

ہم بھی ہریالی کھند لینگے باہر کیکو جاو بول رئیں
اپنا خون پسینہ دے کو ہم بھی باغ کو سینچے نا

دونوں دل کو داؤ پو رکھ کو اپڑی ٹپڑی کھیلے تھے
خواہ مخواہ میں ہارا بول کو تم یہ بازی جیتے نا

میں بھی دیکھتوں

ہے سو میری اپنچ دولت کون چراتاے میں بھی دیکھتوں
اپنے نام سے میرے شعراں کون سناتاے میں بھی دیکھتوں

اک شاعر مہمان تھا گھر میں اس کو دن بھر سن کو بولا
میرے شعراں تیں سن کو تو کیسا جاتاے میں بھی دیکھتوں

شام سے پہلے بھاگ گیا نا، میرا ایک بھی شعر سنا تیں
ان دوبارہ میرے گھر کو کیسا آتاے میں بھی دیکھتوں

وعدہ کر کو بھولنے والے ایک الیکشن اور ہونے دے
تیرے جیسا لیڈر کیسا جیت کو آتائے میں بھی دیکھتوں

بہت صبر کرلے کو بیٹھوں میری پھٹ گئی سو لنگی میں
کوی نیتا کیسا اپنی ٹانگ اڑاتاے میں بھی دیکھتوں

جو ہونا ہے، ہونے دیئو اب، میں بھی تیار ہو کو بیٹھوں
کون طرم خاں میرے گھر کو آگ لگاتاے میں بھی دیکھتوں

گھوڑے جوڑے کی لالچ میں سر کو سہرا بندھنے والے
اتنی آسانی سے کیسا بچ کو جاتائے میں بھی دیکھتوں

اک جورو کو آگ لگا کو اس کو جان سے مار کو بٹھائے
دوسری شادی کر کو کیسا ڈھول بجاتائے میں بھی دیکھتوں

تیری تو بس یئیچ سزا ہے جیل کے اندر سڑ کو مرنا
زندہ رہ کو جیل سے باہر کیسا آتائے میں بھی دیکھتوں

ہتھی نیچے بیٹھا بھی تو اُنے گھدے سے اونچا رہتائے
میرے آگے کون اب جھوٹی شان جتاتائے میں بھی دیکھتوں

شعراں پڑھ کو تھک کو سوروں جورو رہندیو سالی رہندیو
صبح کام پو جانے مجھ کو کون اٹھاتائے میں بھی دیکھتوں

خواہ مخواہ کے باتاں چھوڑو کھٹے میٹھے شعر سناکو
تم لوگوں کو میرے جیسا کون ہنساتائے میں بھی دیکھتوں

اُنے

لے کو قرضہ پی کو آرا ے کیا سینگا جی اُنے
اس کو عادت ہو گئی ہے کیا کرینگا جی اُنے

لاکھ تم سر کو پٹک لیو تیں جھکینگا جی اُنے
جب اتر جتینگا نشہ پاواں پڑینگا جی اُنے

تم سمجھ رئیں بولتے سیدھا چلینگا جی اُنے
چل کو ٹیڑھی چال ہوندے منہ گرینگا جی اُنے

بہو مرے جیسا مرینگی جل کو اس کی بیٹیاں
دیکھنا جیسا کرائے ویسا بھرینگا جی اُنے

گھر سے جو بے گھر ہوے ان کی لگینگی بددعا
گلی گلی دربہ در ہو کہ پھرینگا جی اُنے

بیگنا ہوں کی کسی دن ہائے جب لگ جائینگی
ایک دن کتّا مرے جیسا مرینگا جی اُنے

ان مرا تو بت بناکو ڈال دیو تالاب میں
چلّو بھر پانی کیا ڈب کو مرینگا جی اُنے

بہت دن پانی میں رکھ کو پھر کھڑا کر دیو اسے
جل کو ڈھپکا لے ہیں بارش میں بھگلینگا جی اُنے

چنتے گر کو بول راے اُن ٹانگ اوپر ہے میری
یو نچ جھوٹی شان میں سڑکو مرینگا جی اُنے

ووٹ جس کو بھی دیئے تم یہ سمجھ کو ووٹ دیو
پانچ برسوں تک تمارے کو ٹھگینگا جی اُنے

لینے دینے کی کرے جو بات شادی بیاہ میں
جورو بچوں کو کماکو کیا کھلینگا جی اُنے

اپنی بیٹی دیوچ نکو ایسے پاکھنڈی کو تم
لاکھ پاواں بھی پڑینگا گڑ گڑ ینگا جی اُنے

اس کی شادی نئیں ہوی تو بیچلر مر جائینگا
اس سے بڑھ کو اور زیادہ کیا کرینگا جی اُنے

اچھا خاصہ دل کا دروازہ اُکھاڑے کیوں تمنئیں
کوئی آیا بھی تو دستک کئے پودینگا جی اُنے

بے تکے شاعر کو گھر داماد کنئیکو رکھ لئے
تم کو ننگا کر کو خود ننگا پھرینگا جی اُنے

باپ بھی شاعر تھا اس کا کیسے کی شعراں لکھیائے
نام اپنے باپ کا روشن کرینگا جی اُنے

شاعرِ خود ساختہ کو داد بھی گرنئیں ملی
شاعری سے دیکھنا توبہ کرینگا جی اُنے

اس کے شعراں روز سنتا تھا اسی امید پر
میرے شعراں آج تیں تو کل سنینگا جی اُنے

میں جب اک دن ضد کرا تو کل سنوں گا بول کو
کسکو یہ معلوم تھا پھر تیں ملینگا جی اُنے

گھاس سے گھوڑا اگر یاری کسی دن کر لیا
بس اسی دن دیکھنا بھوکا مرینگا جی اُنے

زندگی بھر جو غموں کے بوجھ کو ڈھوتا رہا
مل گئی تھوری خوشی تو کیا ہنسینگا جی اُنے

بندگی ، فکرِ معاش اور مختصر سی زندگی
ایک اکیلا آدمی کیا کیا کرینگا جی اُنے

شاعری کر کو سہی گھر تو چلا راتے نا اُنے
خواہ مخواہ کیوں اپنی بیوی سے ڈرینگا جی اُنے

آج خود رو کو ہنسا راتے خواہ مخواہ پن دیکھنا
روینگے سب ، ہنستے ہنستے جب مرینگا جی اُنے

کیا فنیدہ

بازی ہار گئے پتوں میں جو کر رکھ کو کیا فنیدہ
اب بھی ہم نئیں سنبھلے تو پھر ٹھوکر لگ کو کیا فنیدہ

سورج پیٹھ لگا کو بیٹھائے گھر یں کاں سے دھوپ آئینگی
دروازہ بھی بند رہنے دیو کھُلّا رکھ کو کیا فنیدہ

کھپلی تک جمنے نئیں دیتے دل کے تازہ زخموں پر
اس پر جھوٹی ہمدردی کا مرہم رکھ کو کیا فنیدہ

سونا چاندی کچھ بھی نکّو دل کے بدلے دل منگ رَوں
نئیں دیتے تو نئیں بولو پن آس پو رکھ کو کیا فنیدہ

اک دن پاکٹ مار بھی میری پاکٹ مار کو پچھتا یا
واپس دے کو بولا ایسی چوری کر کو کیا فنیدہ

سو کے دس کے نوٹاں تیں تو چلّر پیسے تو رہنا
شان دِکھانے خالی پاکٹ جیب میں رکھ کو کیا فنیدہ

تھوڑے پیسے لیوَ میرے سے خالی پاکٹ میں رکھ لیو
جیب بڑا ہے بھاری رہنا ہلکا رکھ کو کیا فنیدہ

پینشن لاکو گھر میں جب نوکر کو میں آواز دیا
بیوی بولی گھر میں ایسا لوفر رکھ کو کیا فنیدہ

بہت ستا تا تھا میرے کو میں اُس کی چھُٹّی کردی
تم کو بھی کچھ کام نہیں ہے نوکر رکھ کو کیا فنیدہ

سیدھے سادے شعر سنا کو مطلب بھی میں سمجھاؤں
اِتا نئیں سمجھے تو سر میں بھیجہ رکھ کو کیا فنیدہ

جنّت میں حوروں کے بدلے میری بیوی رہئی تو بس
ان کو بچے نئیں ہوینگے تو حوراں رکھ کو کیا فنیدہ

تیرے باتاں کو ن سنینگا کسکو اتنی فرصت ہے
خواہ مخواہ کی محنت ہے یہ شعراں لکھ کو کیا فنیدہ

کیا لے کو بیٹھیں

ہو ینگی بارش تو ٹپکوں کے ڈر سے لوگ، چھت کو چھوا لے کو بیٹھیں
جو سمجھتے تھے اولے پڑینگے وہ سروں کو منڈا لے کو بیٹھیں

یہہ ولیمے کی دعوت ہے سمجھیں دیر سے آئے بھی تو ملینگا
ایک شاعر کے چہلم کا کھانا شاعراں پورا کھا لے کو بیٹھیں

نہانے دھونے کی کیا بات کر رئیں پانی پینے کو لوگاں ترس رئیں
لیڈراں ہو کو گرمی سے حیراں ٹھنڈے شاور سے نہا لے کو بیٹھیں

تم پو جتنا بھروسہ کرے ہم ہمکو اُتاچ دھوکہ دیئے تم
ہے جو ہمت تو دیئے ملاؤ کیکو گردن جھکا لے کو بیٹھیں

تم پو غلطی سے تکیہ کیئے تھے تم سرہانے سے وہ بھی نکالے
ہم بھی تم کو نہیں سونے دینگے کاں کا بستر لگا لے کو بیٹھیں

اب فلک سے ستارے گرینگے سر منڈاتے ہی اولے پڑینگے
تم تو اب ہم بھروسہ کرینگے بھول جاؤ یہ کیا لے کو بیٹھیں

بستیاں کھنڈروں میں بدل گئے نیند میں سب کو موت آگئی نا
اب بھی آنکھیاں تمارے کھلے تمیں دل میں نفرت چھپالے کو بیٹھیں

یہ غضب اور قہر ہے خدا کا جسکی لاٹھی میں آواز نئیں ہے
اور ظلم و ستم کر کو دیکھو کتنیکو اب دُم دبالے کو بیٹھیں

تمیں لیئے نا کسی کا بھی احسان کتنے خود دار ہیں بلبلاں بھی
بجلیوں کو منا کو جلانے آشیاں خود جلانے کو بیٹھیں

بادلاں بن کو آنسو برس گئے راہ تک تک کو دیدے ترس گئے
لوگ رستے میں پھولاں بچھاتیں ہم تو آنکھیاں بچھالے کو بیٹھیں

ہجر کی رات میں ہمارا آسماں دل کا روشن سا کیوں ہے
یاد کی کہکشاں میں تمہاری اپنے آنسو سجالے کو بیٹھیں

لاکھ سمجھایا تم کوں سنے تئیں زخم سو کھینچ اُن خودگرینگی
اچھا پھوڑے پو کھپلی جمی تھی ناخنوں سے کھجالے کو بیٹھیں

کام مالی کا مالیچ کرتا ہے تئیں سو کاماں کرو کون بولاتے
پھول چُننے کو جا کو چمن میں، کیا جی کانٹے چُبھالے کو بیٹھیں

لاڈ نکو کرو نا خلف سے، بیٹا کپتہ تمہارا ڈبئینگا
مار کو جوتے گھر سے نکالو گود میں کیا بٹھالے کو بیٹھیں

ان کی چھوٹی بہن آکو بولی آپا تم سے کبھی نہیں ملینگے
خواب میں بھی انوں کاں سے آئینگے پاؤں میں مہندی لگالے کو بیٹھیں

نہ منجے بول کو نہ بتاکو چھوٹی سالی کی باڑوں میں آکو
خوبصورت دکھینگے سمجھ کو تھے سو بالاں کٹالے کو بیٹھیں

جا کو نزدیک دیکھا تو سمجھا میری آنکھوں کو دھوکہ ہوا تھا
ان کے زلفاں پریشاں نئیں ہیں سر میں چٹلہ لگا لے کو بیٹھیں

اے خدا تو ہمیں معاف کر دے ہم ہیں تیرے گنہگار بندے
اور کرتے بھی کیا، آنسوؤں سے اپنا دامن بھگا لے کو بیٹھیں

روز کہتا میں ان کو مناروں، بیٹھتے اُٹھتے مسکہ لگاروں
میں نہ چھیڑا نہ ان کو ستایا خواہ مخواہ مُنہ پھلا لے کو بیٹھیں

دھیلے دمڑی کا فئیدہ تو چھوڑو اب گھڑی بھر کی فرصت بھی نئیں ہے
شاعری چھوڑ دیو خواہ مخواہ تم کاں کا کنتھا لگا لے کو بیٹھیں

تیں پچھانے

کیسے بتاوں میری اُلجھن کو تیں پچھانے
سینے پو سبر رکھے تھے دھڑکن کو تیں پچھانے

کانٹوں سے کیا شکایت ہم ایسے رفو گر ہیں
اپنا ہی پھٹ گیا سو دامن کو تیں پچھانے

ہم جیسے سادہ دل ہی دھوکے میں رہے ہمیشہ
اپنا سمجھ کو سب کو دشمن کو تیں پچھانے

جل گئے سو آشیانے پھر وُئی جگہ بنا رئیں
یہہ کیسے بُلبلاں ہیں گلشن کو نئیں پچھانے

چھوٹے گھروں میں شہروں کے رہےتو ینچ ہوتا ئے
جب گاؤں لوٹ آئے انگن کو تیں پچھانے

حجّام کی بھی صورت پہچان نہیں سکے ہم
بوڑھی ہوئی سوگھر کی دھوبن کو نئیں پچھانے

میکے میں رہ کو کچھ دن سسرال کو جب آئی
شرفوں میاں بھی اپنی شرفن کو نئیں پچھانے

جو زخم بھر گئے تھے وہ پھر ہرے ہوئے ہیں
ہوَ لے تھے ہم جو اُن کے ناخن کو نئیں پچھانے

صورت کو اپنی بھُل گئے تو کوی بات نئیں تھی
سچ بولنے لگا تو درپن کو نئیں پچھانے

بچے بھی بڑے ہو کو مشکل سے پچھانینگے
گر بزرگاں بھی اُن کے بچپن کو نئیں پچھانے

جن کی خوشی کی خاطر گردن کٹا کو بیٹھوں
وہ قتل کر کو میری گردن کو تیں پچھانے

گاڑے سو دوسریچ دن میری قبر کو ڈھنڈرتیں
دفنائے تھے سو لوگا ئینچ مدفن کو تیں پچھانے

بیوی کو اپنی ، اپنے سمدھن سے جب ملایا
سمدھی ہمارے اپنی سمدھن کو تیں پچھانے

خالہ کو دور ہی سے بیگم کو دِکھا کو بولیں
چہرے پو ہے سو رنگ و روغن سے تیں پچھانے ؟

جھگڑے تو ہوتے رہتیں کیا بے رخی تھی ان کی
خالو کی بات چھوڑو سوکن کو تیں پچھانے

سینے کو ان کے چیرا دل دوسرا لگایا
ان فیس جب منگا تو سرجن کو تئیں پچھانے

ماضی کی اک نشانی بھی ذہن سے نکل گئی
ہم دورِ عاشقی کی چلمن کو تئیں پچھانے

دنیائے ظرافت میں سونے کے جیسا چمکوں
سب جوہری ہیں لیکن کندن کو تئیں پچھانے

ہنسنے ہنسانے والے کیا میری قدر کرتے
خوشبو کے نام لیوا چندن کو نئتیں پچھانے

کتنی ہنسی اُڑی تھی شادی کے دوسرے دن
جب خواہ مخواہ اپنی دولن کو تئیں پچھانے

کیا نہیں ہے!

ذرا تم غور سے دیکھو تو آخر مجھ میں کیا نہیں ہے
زمانے بھر میں کوی میرے جیسا دوسرا نہیں ہے

پکڑ لیو ہاتھ میرا زندگی اچھی گزر جئینگی
صلا دے روں تمارے کو یہہ میری التجا نہیں ہے

مجھے تم کیا سکھا رئیں یہ تو میرا عقدِ ثانی ہے
میں سب کچھ جانتوں میرے لئے کچھ بھی نیا نہیں ہے

فقط ناڑی پو رکھ کو ہاتھ میں سب کچھ بتا دیتوں
اگر کچھ ہے تو کیا ہے اور اگر نہیں ہے تو کیا نہیں ہے

دوا جیسی اُنے دے رائے مرض بڑھتی چلے جارا ہے
بدل دیو ڈاکٹر جب ہاتھ میں اسکے شفا نہیں ہے

انوں اردو پڑھیں پن "تھینک یو" سے نیچے نئیں آرئیں
تعجب ہے لبوں پہ ان کے لفظِ شکریہ نئیں ہے

میں شاعر ہوں مروں گا یا تو پھر اُٹھ کو کھڑے رہونگا
مجھے تھوڑا زہر دے دو اگر کوئی دوا نئیں ہے

کیا تھا عشق جس سے اس سے شادی ہو گئی میری
کرے جیسا بھگت رؤں میں کسی سے بھی گلہ نئیں ہے

خفا جب بھی وہ ہوتی ہیں مہینوں بات نئیں کرتئیں
ہمارے بیچ میں ویسے تو کوئی فاصلہ نئیں ہے

انوں لکھ کو دیئے ہیں اک لفافہ پوسٹ کرنے کو
کیسے بھیجتیں کی اس پر تو کسی کا بھی پتہ نئیں ہے

میں پوچھا ان سے ہو بولے تو ان کہ دل میں بس جاتوں
وہ بولے ان کے دل میں ایک آدمی کی جگہ نئیں

مجھے ملنا ہے مجھ سے کوی مجھ کو ڈھونڈھ کر لائے
میں خود میں اس قدر گم ہوں مجھے میرا پتہ نہیں ہے

خدا کی مار جب پڑتی ذری آواز نہیں آتی
ہوی انصاف میں دیری تو کیا سمجھے خدا نہیں ہے ؟

ڈکیتی ، خون ، دنگے ، چور بازاری و بدکاری
کبھی سوچے تمہارے راج میں کیا کچھ ہُوا نہیں ہے

گرے نہیں تم چار خانے چت کم از کم اب تو پچھتاو
ذرا سوچو ہمارے دل سے نکلی بد دعا نہیں ہے !

یہ مت سمجھو کہ اِتنے پو تم آسانی سے چھُٹ جینگے
ابھی تک تو تمہارے کو ملی پوری سزا نہیں ہے

شکستِ قاش کے اسباب ہم سے پوچھتے کیا ہو
زمانہ جانتا ہے سب کسی سے کچھ چھپا نئیں ہے

سنو ایمان والو تم بھی خوش فہمی میں مت رہنا
اگر تم یہ سمجھتے ہو خدا تم سے خفا نئیں ہے

اگر رسّی کو اس کی اب بھی نئیں پکڑے تو یہ سمجھو
کہ جنت میں ہمارے واسطے کوئی جگہ نئیں ہے

میں پڑھنے کو تو شعراں پڑھ لئیوں اب گھر کو جانا ہے
مجھے یاں تک بلا کو لائے ان کا پتہ نئیں ہے

کم از کم خواہ مخواہ تم اب تو آنکھیاں سینکنا چھوڑو
عمر ہو گئی تمارے کو ذری شرم و حیا نئیں ہے

مجھے لگتا ہے جیسے خواہ مخواہ کو نئیں پچھانے تم
وہ ہو لا ہے دیوانہ ہے مگر اُن بیوفا نئیں ہے

میاں جانی میاں

اب کسی پر بوجھ نہیں ہوتی ہے مہمانی میاں
میزبانی میں بھی نہیں ہوتی پریشانی میاں

آنکھ بند کر کو ننگل لیو اس میں کنکر بہت ہیں
دو روپے کیلو کے چاول کی ہے بریانی میاں

اس بڑھاپے میں بھی یارو جب بھی آئینہ دیکھوں
اب بھی حیرت سے مجھے تکتی ہے حیرانی میاں

لاکھ اشکوں کے چراغوں سے اسے روشن کر و
اب کبھی جانے کی نہیں یہ دل کی ویرانی میاں

صرف بیوقوفوں سے نہیں جب بھی بُرے دن آگئے
تب سمجھداروں سے بھی ہوتی ہے نادانی میاں

چاروں خانے چت گریں اوپر سے دیدے پھاڑ ریں
جو کریں تم وہ بھگت رئیں کیوں یہ حیرانی میاں

سارے رشتے دار رہتے بھی تو مصیبت کے وَقت
یاد آتی ہے کسی کو کیوں فقط نانی ، میاں

کیا کہوں جب سے وظیفے پر گزارہ ہے مرا
شیروانی آنگ پر گھر میں پریشانی میاں

اچھا خاصہ آدمی مَیں بھی دوانہ بن گیا
جب سے گھر میں جورو بن کو اٸی ہے دیوانی میاں

اب اُنے بولے سری کا سن کو رہنا ہے مجھے
کب تلک کرتا میں آخر اپنی من مانی میاں

جی میں آتا ہے اپنے ہاتھوں اپنے آنکھیاں پھوڑ لوں
مجھ سے اب برداشت نئیں ہوتی یہ عریانی میاں

جانتے ہو کیوں غریبی میں بھی خوش رہتا ہوں میں
سر پھرا دیتی ہے دولت کی فراوانی میاں

غوث احمد نام ہے میرا تخلص خواہ مخواہ
ہاں مگر ہے عرفیت میری میاں جانی میاں

دل لگی کے چار شعراں کیا سنائیوں خواہ مخواہ
اپنے سر پو لے لئیوں نئیں سو پریشانی میاں

وقت ہے

کیسا زمانہ آیا ہے یہ کیسا وَقت ہے
ہنسنے کا نئیں جناب یہ رونے کا وَقت ہے

لیڈر ہماری قوم کا ہشیار بہت ہے
اک بوریہ بھی نئیں تھا مگر آج تخت ہے

اُپواس نئیں رکھا کبھی بھگوان کے لیے
چوری سے کھا کو بولا مرا آج برت ہے

شاعر کے گھر کو آئے تو سوچا وہ زہن پو
یوں بن بلائے رات کو آنے کا وقت ہے

سونے پلنگ نئیں ہے مگر بولے تو لا توں
مسجد میں ایک مردے کو نہلانے کا تخت ہے

ہیں لوٹ کو مشاعرہ جب اپنے گھر گیا
بیوی یہ بولی گھر کو یہ آنے کا وقت ہے

کھانا نکالو بولا تو چڑ کو جواب دی
کیا میرے پو یہ رعب جمانے کا وقت ہے

لوگاں بلائے سو اُتے کو کھانا بھی نئیں کھلائے
تم ہی بتاو یہ کوی کھانے کا وقت ہے

کیسے ہیں لوگ خواہ مخواہ گھر کو بھجا دیئے
تم کو تو یہ فجر میں ملانے کا وقت ہے

نکوّ

گئی جوانی جانے دیو تم اس کے پیچھے دوڑ و نکوّ
دیکھو ہوندے منہ گر جئینگے چلتی گاڑی پکڑو نکوّ

منزل کو گر پانا ہے تو چال کو اپنی تیز کرو تم
گھوڑے کی رفتار سے بھاگو ہتھی جیسا دوڑو نکوّ

تلووں میں ٹھنڈک پڑگئی تو آنکھیاں نیند سے بند ہو جاتیں
چلتے چلتے سو جئینگے تم پاؤں کے چھالے پھوڑو نکوّ

اُن منہ میں پانی ڈالے تک جان تماری نئیں نکلینگی
کیسی بھی رہنے دیو یارو گھر والی سے جھگڑو نکوّ

تم بھی غصے میں آگئے تو بنتے آتے سو کام بگڑ نئیں
بیوی غصہ لاکھ دکھائے تم ہتھے سے اکھڑو نکوّ

پاس پڑوس کے مرغے میری مرغی کو تنگ کرتے رہتئیں
گھر والی کو بول دیئوں ہیں اس کو باہر چھوڑو نکو

سارے ہمسایوں کو بولوں میری مرغی باہر رہئے تک
باندھ کے رکھو سب مرغوں کو ان کو کھلّا چھوڑو نکو

بیوی بولی ہولے ہوگئیں مرغوں کو تم بند کو رکھ رئیں
مرغی انڈا نئیں دی تو تم میرے اوپر بگڑو نکو

اندھا پاشا کھیل رئیں پن کی گھٹ گئے تو حالت کر دیئونگا
دیکھو پہلیَ بول دے روؤں ہیں میرے ہاتھ میں سپڑو نکو

یاد ہے ہیں ناراض ہوا تو تم رورو کو کیا بولے تھے
دیکھو جیتے جی مر جئونگی تم میرا دل توڑو نکو

پہلے تم انگلی پکڑے تھے بعد میں میرا ہاتھ پکڑ کو
دوسرے خالی ہاتھ سے ایئَسی ہاتھ کسی کا پکڑو نکو

پہلے ہم سے ووٹ منگے پھر دو ہاتھوں سے ہمکوئی لوٹے
پھر سے ووٹاں منگنے کو تم دونوں ہاتاں جوڑو نکو

دلّی کا سنگھاسن کیا ہے جیسے ساجھے کی ہنڈی ہے
چھین جھپٹنے کی کوشش میں جوڑ رہتے پو پھوڑو نکو

پانی، غلّہ اور ہوا بھی صاف ملینگی تم بولے تھے
زہر بھی اصلی نہیں مل رہا ہے تم خالی پڑیاں چھوڑو نکو

قرضہ لے کو بھیڑ دیئے تو کوئی بھی تم سے پھر نئیں ملتا
میل ملاپ کو رکھنا ہے تو پورا قرضہ پھیرو نکو

شعراں پڑھ کو خالی ہاتھ آیا تو بیوی چڑ کو بولی
تھک کو آئیں نا کھا کو سو جاؤ اب میرے کو چھیڑو نکو

ساٹھ سے اوپر ہو کو بھی تم بے ناحق کتنکو بل کھارئیں
آج مرے کل دوسرا دن ہے خواہ مخواہ تم اکڑو نکو

چھوٹی بحر کی دکنی غزلیں

پھینکے سو غم ڈھا نپو نکو
تھوک دیئے سو چاٹو نکو

بدلے ہیں اپنے غم دینگے
تم میرے دکھ بانٹو نکو

بوڑی کا پانی ہونا تو
ڈول کی رسی کاٹو نکو

بلّی کو کچھ بھی ہو جتینگا
اِن کا رستہ کاٹو نکو

آنگ کو خوب دھلا اُنکھا و
اس کو لہر گز چھانٹو نکو

بے ناحق بھکّے مر جتینگے
بھیک ملی سو بانٹو نکّو

نوکر ہے وہ شوہر تمیں ہے
زور سے اس کو ڈانٹو نکّو

سچی بات بھی جھوٹ لگینگی
لمبی لمبی ہانکو نکّو

بھیڑ لگینگی دیوانوں کی
کھڑکی سے تم جھانکو نکّو

جس ڈالی پو جھولا جھُل رئیں
اس پو بیٹھ کو کاٹو نکّو

جب دیکھو گھٹتا بڑھتا ہے
سایے کا قد ناپو نکّو

خواہ مخواہ دنیا سایہ ہے
اسکے پیچھے بھاگو نکّو

○

"لاکھ تلُا لیو مال برا بر
فرق تو رہینگا بال برا بر"

مر گئے بھی تو ہو نہیں سکتے
مفلس اور خوش حال برابر

پھٹ کو چند یاں ہوگئی پن کی
کھاندے پر ہے شال برابر

غزلاں گیتاں کون سنیگا
رہنے دیو سُر تال برابر

قوالن کی قوالی پو
آکو رہینگا حال برابر

میخانے سے پی کو آرائے
کاں سے رہنگی چال برابر

مہنگائی میں کیا تم کیا ہیں
سب کی نکلی کھال برابر

یہ حالت پو لڑ نے نکلیں
نہ تلوار نہ ڈھال برابر

سمجھو تو کچھ فرق نہیں ہے
کنجوس اور کنگال برابر

پان میں کتھا زیادہ ڈالو
ہونٹاں ہوئینگے لال برابر

آندھی میں گھر گئے لیکن
مکڑی کا ہے جال برابر

۱۹۶۶ء

پیسے والوں کی تفریح کو
شملہ نینی تال برابر

اور غریبوں کو مرنے کو
بمبئی اور بھوپال برابر

کتنی بھی بارش ہونے دیجو
پانی کا ہے کال برابر

جھگڑا لو بیوی کو یارو
میکہ اور سسرال برابر

بے غیرت جینے والے کو
اک پل اور ایک سال برابر

خواہ مخواہ کی حالت یہ ہے
گھر کا مرغا دال برابر

سب بول رئیں

ان کا قصہ اک کہانی ہے کتے سب بول رئیں
اور کہانی بھی پُرانی ہے کتے سب بول رئیں

سر میں بالاں کم ہیں چھوٹی ناک دیدے گول ہیں
ہاں مگر اونچی پیشانی ہے کتے سب بول رئیں

گورے نئیں تو سانولے، کالے بھی رہتے تو ٹھیک تھا
رنگ ان کا آسمانی ہے کتے سب بول رئیں

صحت اچھی نئیں رہنے سے بہت دبلا ہے بدن
اور اس پو ناتوانی ہے کتے سب بول رئیں

اس پو بھی ہیں ان سے شادی کرنے راضی ہوں مگر
پھر بھی اُن کو آنا کانی ہے کتے سب بول رئیں

جب سے میری شاعری کا علم ان کو ہوگیا
انکے دل میں بد گمانی ہے کتے سب بول رئیں

میری شادی میں جو سسرے دینے والے ہیں مجھے
وہ پرانی شیروانی ہے کتے سب بول رئیں

میں ذرا بیمار پڑتی دیکھنے آکو مجھے
چار دن کی زندگانی ہے کتے سب بول رئیں

بولا چالا معاف کروالے کو پھل بھی کھالیئے
اور یہ دنیا دارِ فانی ہے کتے سب بول رئیں

مفلسی میں شاعرِ اعظم کا اب یہ حال ہے
آنگ پوبس شیروانی ہے کتے سب بول رئیں

دیکھ کو پڑھتے وقت شعراں ، اٹک جاتیں انوں
پن کی شعروں میں روانی ہے کتے سب بول رئیں

جس شہر میں سارے سرکاری بھکاری ہیں جمع
نام اس کا راجدھانی ہے کہتے سب بول رئیں

کیا سیاست کیا حکومت کیا تجارت کیا دھرم
یاں سے واں تک بے ایمانی ہے کہتے سب بول رئیں

باپ ہے اک نمبری بیٹا بھی ہے دس نمبری
کالا دھندہ خاندانی ہے کہتے سب بول رئیں

بیٹھنے کو تخت پو اک دوسرے کے درمیاں
رات دن کی کھینچا تانی ہے کہتے سب بول رئیں

میں سمجھ را تھا ہمارِی ملک میں مہنگائی ہے
ساری دنیا میں گرانی ہے کہتے سب بول رئیں

مانتوں نہیں میرے پو جلدی بڑھا پا آگیا
ان پو آئی سو نوجوانی ہے کہتے سب بول رئیں

٢٠٠

میرے منہ پو پھنسیاں آواز ہیں بھاری پنا
یہ جوانی کی نشانی ہے کتے سب بول رئیں

جو تمے عزت مجھے دے رئیں یہ ہیں تمیں بول رؤں
سب خدا کی مہربانی ہے کتے سب بول رئیں

میں تو سمجھا خواہ مخواہ سب آفتاں ٹل گئیں مگر
ایک مرگِ ناگہانی ہے کتے سب بول رئیں

جس کے سادہ حسن کی دنیا دوانی ہوگئی
خواہ مخوہ کی اُن دوانی ہے کتے سب بول رئیں

بھوک ہڑتال

میں بولا ایک دن بیوی سے بے خوف و خطر ہوکر
نہیں معلوم کیوں زندہ ہوں خود سے بے خبر ہوکر

میرے مرنے کے ویسے بھی دناں نزدیک آگئے ہیں
جو لمبی زندگی تھی رہ گئی اب مختصر ہوکر

زمانے سے فقط ڈرتا تھا تم سے بہت ڈرتا تھا
گزاروں لومڑی کی زندگی میں شیر نر ہوکر

عمر بیکار گزری شاعری کر کو ہنسانے میں
مروں گا کرکو بھوک ہڑتال اب میں بے خطر ہوکر

دوا خانے میں مرنے سے سیاسی موت اچھی ہے
ہمیشہ کے لئے زندہ رہوں گا میں امر ہوکر

تمہاری بہت عزت اور قدر ہوینگی محلے میں

مرا بھی شہر کے چوراہے پہ پتلا کھڑا ہوئینگا
کبھی اماں کنے جانا ہو تو جاو ادھر ہو کر

مری یہ بات سنتے ہی ہوئیں آپے سے وہ باہر
مری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سینہ سپر ہو کر

وہ بولیں تم مرو زندہ رہو کیا فرق پڑتا ہے
مری تو زندگانی ہو گئی زیر و زبر ہو کر

چلو تم یہ بھی کر کو دیکھ لئیو دیکھینگے کیا ہوتا ہے
میں سب کے ساتھ دیکھوں گی تماشہ باصبر ہو کر

تمیں ہتھی بھی نئیں ہیں مر کو سوا لاکھ کے ہوتے
نکل گئی جان تو رہ جائینگے بس اک صفر ہو کر

بڑھاپے میں تمہارا کوئی بیمہ بھی تو نئیں ہوتا
مجھے کیا فائیدہ پہنچا ئینگے بولو امر ہو کر

سیاسی موت کا کچھ تو تمہیں بھی فائدہ ہونا
چلے گئی جان تو پھر فائدہ کیا ہے اَمر ہو کر

تمہیں مرنے سے پہلے یہ تو سوچو میرا کیا ہوئیگا
اگر مر جائینگے تم اس طرح سے بے صبر ہو کر

بڑے نیتا بنو مرنے سے پہلے یا بڑا شاعر
اگر کچھ نام کرنا ہے مرو تو تم معتبر ہو کر

امر ہو گئے سو لوگوں کے گھروں میں جھانک کو دیکھو
برا ہے حال جو رو لتے پھر رہیں دربدر ہو کر

میری بیوی کے یہ باتاں سمجھ میں آ گئے جب سے
میں مرنے کا ارادہ چھوڑ کو جی رؤں نڈر ہو کر

ضعیفی میں بالآخر شاعری ہی میرے کام آئی
مرنے میں جی رہا ہوں خواہ مخواہ میں بے ہنر ہو کر

ڈبے کے دودھ کا ڈبہ

ماں باپ بیٹے سے

ستاستا کو میری جان کھا گیا نا تو
چھپا کو رکھی سو بھی نان کھا گیا نا تو

تجھے تو اپنے فقط پیٹ سے محبت ہے
تو اپنے باپ کے جیسا بیچ بے مروت ہے

کسی بھی کام کے نئیں اور نہ کوی کاج کے ہیں
یہ باپ بیٹے فقط دشمناں اناج کے ہیں

فکر ذرا بھی نہیں گھر میں نئیں ہے کھانے کو
مشاعروں میں چلے شاعری سنانے کو

خود اپنے ساتھ ہمارا بھی خوں جلاتے ہیں
ہنسا کو سب کو ہمارے کو بس رُلاتے ہیں

کمئ کمائے سو رستے میں کھا کو آجاتیں
یہ ساتھ بیل کے رسی گنوا کو آجاتیں

فجر کو آتیں مجھے نیند سے جگانے کو
جگا کو پوچھتیں کیا کچھ بھی نئیں ہے کھانے کو

اُجاڑ ماٹھی ملے ان کو جب بُلانا تھا
جنم کی بھوک مٹانے کو کچھ کھلانا تھا

جو ساری رات انہیں رت جگا کرانا تھا
وہیں سلا کو فجر میں انہیں ملانا تھا

جو خالی پیٹ گئے خالی جیب آجاتیں
میں نئیں کھلاتی تو بھیجہ بھی میرا کھا جاتیں

اب آئینگے تو بتا کیا کھلاونگی ان کو
تو' یہہ تو سوچ کہ کیا منہ دکھاوں گی ان کو

پڑوسیوں سے میں کب تک کا منگ کو لاونگی
اکیلی جان میں کب تک کا دُکھ اٹھا ونگی

اب آنے دے ترے باوا کو سب سناونگی
مجھے تو کِتنا ستا تا ہے انہیں بتاونگی

میں ایک سچ میں کئی جھوٹ بھی ملاونگی
میں پیٹ بھر کو تجھے جو تیاں کھلاونگی

مرغ کی بھونی ہوی ران کھا گیا نا تو'
رکھی سو ان کے لئے نان کھا گیا نا تو'

خدا کرے کہ تو، غارت ہو میں تو کوسوں گی
تو، مر گیا تو تجھے دودھ بھی نہ بخشوں گی

تمہارے دودھ کو کب سے ترس گئیوں اماں
میں دودھ ڈبے کا پی کو بڑا ہوؤں اماں

فقط جنم دیئے بس اتا جانتوں اماں
مگر میں ڈبے کا احسان مانتوں اماں

میں اس کو کتا ستا توں سزا بھی نئیں دیتا
پلا کو دودھ اِنے بددعا بھی نئیں دیتا

میں کیا بتاوں تمہارے کو ، ایسا لگتا ہے
یہ ڈبہ مجھ کو سگی ماں کے جیسا لگتا ہے

بری نظر سے کبھی اس کو دیکھناتیں تم
میں بول دے روں کبھی اس کو کوسنا نئیں تم

اصل میں ہیچ مرا باپ بھی ہے ماں بھی ہے
اسی کی گود میں ملتی مجھے اماں بھی ہے

نہ ہو گا غم مجھے گر میری عمر کم بھی ہو
خدا کرے مرے ڈیڈی کی عمر لمبی ہو

میں اس کے ساتھ جیا تو عظیم ہو جاؤنگا
مرا اگر اپنے میں بھی یتیم ہو جاؤنگا

شاعرباپ

یہ گھر ہے یا کوئی میدان جنگ کم بخت
میں ایسے جینے سے آیا ہوں تنگ بد بخت

اُدھار گر نہیں دیتے تو مستعار ہی دو
سکون دے نہیں سکتے تو کچھ قرار ہی دو

بیوی سے

سبھوں کے سامنے تم یوں تو میری بیگم ہو
مگر سلوک میں شوہر سے بس ذرا کم ہو

ہر ایک بات سنوں کیا تمہارا نوکر ہوں
ذرا ادب میں رہو میں تمہارا شوہر ہوں

بیٹے سے

فقط گواہ نہیں تیری ماں ہے شاہد بھی
میں تیرا باپ بھی ہوں اور تیرا والد بھی

یہ سچ ہے تو مرا فرزند بھی ہے بیٹا بھی
کبھی تو خود سے مرے پاس آکے لیٹا بھی

رہا ہے شعرو سخن صرف مشغلہ میرا
نیا نہیں، یہ پُرانا ہے فیصلہ میرا

یہ سن لو میں اسے پیشہ نہیں بناؤں گا
میں شعر بیچ کے پیسہ نہیں کماؤں گا

ہو گھاس بھی تو اُسے کھاد مل ہی جاتی ہے
مشاعروں میں مجھے داد مل ہی جاتی ہے

یہ داد ہی تو صلہ ہے ذہن کی محنت کا
یہ بات سن لو کہ بھوکا ہوں میں محبت کا

میری بساط کو باہر نکل کے دیکھو تم
مشاعروں میں مرے ساتھ چل کے دیکھو تم

پتہ چلے گا کہ کتنا عظیم شاعر ہوں
میں رو کے سب کو ہنسانے میں کتنا ماہر ہوں

یہ اور بات ہے غربت مرے نصیب میں ہے
یہی تو اک صفت ہے جو مجھ غریب میں ہے

نہ پوچھو مجھ کو غریبی سے کیوں محبت ہے
غریب ہونا رسولِ خدا کی سنت ہے

کہاں سے روشنی لائے گا ڈوبتا سورج
جو مر رہا ہو کسی کو حیات کیا دے گا

کسی سے نقد کسی سے اُدھار لینا ہے
جو تھوڑی عمر ہے باقی گزار لینا ہے

سنا کے شعر مجھے سب سے داد لینا ہے
کسی طرح سے مقدر سنوار لینا ہے

بھروسہ اپنے خدا پر رکھو تو اچھا ہے
ہمیشہ ہنستے ہنساتے جیو تو اچھا ہے

صبح خدا ہمیں بھوکا اگر اٹھائے گا
مجھے یقین ہے بھوکا نہیں سلائے گا

امیر بیٹے کے غریب باپ کی فریاد

رستے میں ملے دوست جو رہتے تو یہیں ہیں
پوچھا کہاں ہیں آپ تو ملتے ہی نہیں ہیں

محفل میں تذکروں میں سنائی نہیں دیتے
عرصہ ہوا کہ آپ دکھائی نہیں دیتے

بولے کہ گھر پہ آؤ تو گھر پہنچ ملوں گا
میں کیا قطب مینار ہوں کہیں سے بھی دکھوں گا

پوچھا مزاج ان کا تو رونے پہ آگئے
پھر اپنا حال زار مجھے یوں سنا گئے

کتنے دنوں سے گھر میں اکیلا ہی پڑوں میں
یوں لگ رہا ہے جیسے کہ سولی پہ چڑھوں میں

گھر والی اپنی اماں کنے جا کو مری ہے
ان تیں ہے تو اس میچ مری جان پڑی ہے

کب ٹلتی کی دیکھو یہ قیامت کی گھڑی ہے
مری اکیلی جان مصیبت میں پڑی ہے

بیکار بیٹھ بیٹھ کو تنہائی سے لڑتوں
غصہ میں آکو اپنے ہی پرچھائیں سے لڑتوں

بیٹا بھی بہو کے ساتھ پہاڑی ہو گیا ہے
گرمی سے بچنے اُنچی پہاڑی ہو گیا ہے

میں اس کے ساتھ جانے بہت بیقرار تھا
پن اس کو مجھ سے بڑھ کے تو کُتّے سے پیار تھا
کُتّے کو گھر میں رکھنا تھا پن لے گیا اُسے
اور گھر کی دیکھ بھال کو گھر میں رکھا مجھے

دکھ ہے مجھے بھی ساتھ نہیں لے گیا اُ نے
کتے کے جیسا پیار مجھے تیں کرا اُ نے

رشتوں کا جو بھرم تھا وہ پل بھر میں کُھل گیا
پھیکا تھا رنگ پیار کا دولت سے دُھل گیا

بیٹا امیر کیا ہوا خوش ہو کو پُھل گیا
کُتے کو ساتھ لے گیا با وا کو بھل گیا

بیٹے کو لوگ کہتے ہیں سب آنکھ کا تارا
بنتا ہے بڑا ہو کو بڑھاپے کا سہارا

تارہ تھا روشنی کا اندھیروں میں گھر گیا
آنکھوں میں میری موتیا بن کو اُتر گیا

ہوتا ہے اگر ایسا بڑھاپے کا سہارا
بہتر ہے کہ ہو جاوں میں اللہ کو پیارا

زندہ ہوں اس لئے کہ مری جان سخت ہے
لگتا ہے ابھی موت کے آنے میں وقت ہے

میں تو دعا کروں گا خدا کی جناب میں
گزری ہے خیر زندگی میری عذاب میں

مولیٰ تو میرے بیٹے کو بیٹا ضرور دے
دل کا سرور دے اُسے آنکھوں کا نور دے

اس کے جو ان دل میں ہو ماں باپ کا خیال
ایسا کبھی نہ ہو کہ ہو ان کا خراب حال

تجھ سے یہ التجا ہے مری ربّ ذوالجلال
بیٹے کی میرے زندگی ہو جائے نہ وبال

بیٹا کبھی جو اس کا پہاڑی پہ جائیگا
گُتّے کے ساتھ باپ کو بھی لے کو جائیگا

تئیں بولے تو سنتے نہیں

دیکھو کتا سمجھاروں میں نہیں بولے تو سنتے نہیں
اپنی من مانی تم کر رئیں تئیں بولے تو سنتے تئیں

کرنے کے جو کاماں ہیں وہ تو جیسے کے ویسے ہیں
نئے کرنے کے کاماں کر رئیں تئیں بولے تو سنتے نئیں

میرے گھر میں رہ کو باتاں اماّں باواں کے کر رئیں
یاں کا کھا کو واں کا گا رئیں نئے بولے تو سنتے تئیں

میکے میں خود چین سے سو رئیں ہور مجھے تڑپانے کو
رات کو میرے خواب میں آ رئیں تئیں بولے تو سنتے نہیں

میرے آنگ میں طاقت رہی تک تئیں کرنے کے کام کروں
اب وئی کاماں کرنا بول رئیں تئیں بولے تو سنتے تئیں

دو بی نہیں تو جدّہ جاو کیسا بھی یاں سے نکلو
اُٹھتے بیٹھتے بھیجہ کھارے تئیں بولے تو سنتے تئیں

اس عُمر میں باہر جاکو خاک کما کو لاوں گا
ہاتھاں دھوکو پیچھے پڑگتیں تئیں بولے تو سنتے تئیں

پہلے جیسی حالت تئیں ہے اب لوگاں باہر جاکو
بیل گنواں کو رسی لارئیں تئیں بولے تو سنتے تئیں

دن بھر کام سے تھک کر آیوں چمٹیاں مت لیو سونے دیو
صبح جلدی اُٹھ سکتا تئیں۔ تئیں بولے تو سنتے تئیں

جس صورت پہ مرتا تھا میں کتنی سیدھی سادی تھی
اس پو میک اپ کرتے جارئیں تئیں بولے تو سنتے تئیں

منہ پو میک اپ تھوپ کو جاتی عمر کے پیچھے مت بھاگو
گئی سو جوانی پھر آتی تئیں، تئیں بولے تو سنتے تئیں

بالاں کالے کرتے کرتے منہ اِتّا کالا ہوراے
بچّے دیکھ کے ڈر کو مررئیں تمیں بولے تو سنتے تمیں

بالوں میں چٹلا جوڑے تو بنتا ہے سر کا جوڑا
پھر بھی بالاں سٹ کروارئیں تمیں بولے تو سنتے تمیں

ان کے بالاں سٹ ہونے تک میرے سر میں گنتی کے
ہیں سو بالاں جھڑ کو جارئیں تمیں بولے تو سنتے تمیں

چربی چھٹ کو دُبلے دکھنے ایک ہفتے سے ڈائیٹ پو ہیں
چلتے پھرتے ڈھکلیاں کھارئیں تمیں بولے تو سنتے تمیں

پک کو اتے پنڈو ہو گئیں اب گرتیں کی جب گرتیں
آئینہ دیکھ کو بس شرمارئیں تمیں بولے تو سنتے تمیں

اچھے اچھے فلماں دیکھو کتنا کتنا سمجھا یا
گندے فلماں دیکھ کو آرئیں تمیں بولے تو سنتے تمیں

اس کے پیچھے کیا ہے کی اور اس کے نیچے کیا ہے کی
ایسے ویسے گانے گارئیں تیں بولے تو سنتے تیں

صورت ہے گھوڑے کے جیسی تن پوگت کا جوڑا تیں
گھوڑا جوڑا منگنے جارئیں تیں بولے تو سنتے تیں

پڑھنے میں اتنے قابل ہیں ننگے پاؤں سے پیدل ہیں
سسرے سے اسکوٹر منگ رئیں تیں بولے تو سنتے تیں

جو بھی کھائنگے گھی سے کھائنگے تیں تو بھکے مر جائنگے
جھوٹی شان میں سڑ کر مر رئیں تیں بولے تو سنتے تیں

کل اپنی بیٹی بھی ایسی جل گئی تو معلوم ہوتا ہے
بہو کی ناحق جان جلا رئیں تیں بولے تو سنتے تیں

ایک عبادت گاہ کو توڑئیں پھر بھی عبرت تیں پکڑئیں
پھر کو ویسی باتاں کر رئیں تیں بولے تو سنتے تیں

لاکھوں نیند میں مرگئے بھی تو ان کے آنکھیاں تئیں کھل رئیں
پھر سے موت کو دعوت دے رئیں تئیں بولے تو سنتے تئیں

پیٹ کو روٹی آنگ کو کپڑا رہنے کو گھر تئیں پن کی
آزادی کا جشن منا رئیں تئیں بولے تو سنتے تئیں

اچھے شاعر مرجا رئیں تو میں بیمار ہوں یہ سن کو
لوگاں پرسہ دینے آ رئیں تئیں بولے تو سنتے تئیں

بچھو کے کاٹے کا منتر یاد تو تئیں پن اوپر سے
سانپ کے بل میں انگلیاں کر رئیں تئیں بولے تو سنتے تئیں

پھوڑے پر جم گئی سو کھپلی ناخن سے نکو نو چو
بھل گئے سو غم تازہ ہو رئیں تئیں بولے تو سنتے تئیں

مرنے کے دن نزدیک آ رئیں اللہ اللہ تئیں کر کو
خواہ مخواہ تم شعراں پڑھ رئیں تئیں بولے تو سنتے تئیں

محبوب بی

اپنے دل کی بات کسی سے نئیں کر سکتا محبوب بی
پہلے جیسا پیار میں تم سے نئیں کر سکتا محبوب بی

ویسے گھر کے کاروبار میں ہی کرتا دھرتا تھا
تم غصے میں آتیں بول کو تم سے کرتا ڈرتا تھا
تم کو ہر دم خوش رکھنے کو میں کیا کیا نئیں کرتا تھا
تم میرے پو مرتے تھے اور میں بھی تم پو مرتا تھا

پہلے جیسا مرتا تھا اب نئیں مر سکتا محبوب بی
پہلے جیسا پیار میں تم سے نئیں کر سکتا محبوب بی

پہلے کو اور اب کو دیکھو یہ بھی کوئی جینا ہے
باقی سب چیزاں مہنگے ہیں سستا خون پسینہ ہے
پانی نئیں ہے سو آتے کو خون کے آنسو پینا ہے
لوگاں جی کو مرتیں پن کی یاں مر مر کو جینا ہے

تم جی نئیں تو جی لئے میں تو نئیں جی سکتا محبوب بی
پہلے جیسا پیار میں تم سے نئیں کر سکتا محبوب بی

نوّے دولھا دولہن کرتیں ایسی الفت کاں سے لاوں
پہلے جیسی اب میں اپنے آنگ میں طاقت کاں سے لاوں
پہلے کتنی اچھی تھی اب ویسی صحت کاں سے لاوں
نئیں کرنے کے کاماں کرنے کی میں ہمت کاں سے لاوں

کرنے کے کاماں بھی اب میں نئیں کر سکتا محبوب بی
پہلے جیسا پیار میں تم سے نئیں کر سکتا محبوب بی

سارے بستی والوں میں مَیں سب سے اچھا دِکھتا تھا
آئینے میں مَیں صورت دیکھ کو اپنے آپ مُرستا تھا
میں خود بھی خوش رہتا تھا اور تم کو بھی خوش رکھتا تھا
رونا دھونا کیا تھا میں سوتے میں بھی ہنستا تھا

ہنسنا چھوڑو اب میں ٹھیک سے رو نئیں سکتا محبوب بی
پہلے جیسا پیار میں تم سے نئیں کر سکتا محبوب بی

ہو ندا کی چِتا کی پن میں سب سے کشتی لڑتا تھا
اڑیل سے اڑیل جنور کو میں قابو میں کرتا تھا
سرکش گھوڑے کے اوپر میں پلک جھپکتے چڑھتا تھا
یہ تو کچھ نہیں چار مینار پو آدھی رات کو چڑھتا تھا

اب دِن میں ہیں گھر کی دہلیز نئیں چڑھ سکتا محبوب بی
پہلے جیسا پیار میں تم سے نئیں کرسکتا محبوب بی

چاہنے والوں کو دکھ دینا دُنیا کا دستور رہا
خوشیوں کی حسرت ہی رہ گئی دل زخموں سے چوُر رہا
اپنا سارا جیون ہر دم فکروں سے بھر پوُر رہا
اب یہ حالت ہے کسی سے آنکھ لڑانا دور رہا

آنکھ ملانے کی بھی جرت نئیں کرسکتا محبوب بی
پہلے جیسا پیار میں تم سے نئیں کرسکتا محبوب بی

بوڑھی ہو کر بھی تم مجھ کو آج بھی اچھی لگتی ہو
میری آنکھوں سے دیکھو تو سب سے اچھی لگتی تھی
میں راجہ ہوں اور تم میرے دل کی رانی لگتی ہو
پوتوں اور نواسوں کو تم دادی نانی لگتی ہو

میری کیا کیا لگتی ہو میں نہیں کہہ سکتا محبوب بی
پہلے جیسا پیار میں تم سے نہیں کر سکتا محبوب بی

میرے دل کو بیٹھے بیٹھے جانے کیا ہو جاتا ہے
سینے کے اندر رہتا ہے پھر بھی یہ کھو جاتا ہے
کوئی آنچل پھیلائے تو سایے میں سو جاتا ہے
اچھی صورت دیکھا تو یہ بے قابو ہو جاتا ہے

اس پوزیادہ دن میں قابو نہیں رکھ سکتا محوب بی
پہلے جیسا پیار میں تم سے نہیں کر سکتا محبوب بی

بوڑھے ہونے کو آگئیں تم پھر بھی میک اپ کرتے ہیں
کئے میں کچھ بھی نئیں ہیں پن کی اپنے آپ مُرستے ہیں
بستی کے سب بڈھے مل کو اپنے آنکھیاں سنیکتے ہیں
سو گئے سو ارمانوں کو تم کیوں گد گلیاں کرتے ہیں

بھیگ گئی سو بارود ہوں اب میں نئیں جل سکتا محبوب بی
پہلے جیسا پیار میں تم سے نئیں کر سکتا محبوب بی

اپنی آن پو مرجاتے تھے کیسے لوگاں تھے ہونگے
عورت ڈر کو مرجاتی تھی کیسے مرداں تھے ہونگے
سالم بکرے کھاجاتے تھے کیسے شیراں تھے ہونگے
پتھر چاب کو کھا جاتے تھے کیسے داتاں تھے ہونگے

نقلی دانتوں سے میں کچھ بھی نئیں کھا سکتا محبوب بی
پہلے جیسا پیار میں تم سے نئیں کر سکتا محبوب بی

اپنی حالت دیکھ کو ہم کو دل ہی دل میں کڑھنا ہے
دونوں پک کو پنڈو ہو گئیں ایک نہ اک دن جھڑنا ہے
قسمت میں جو لکھا ہے وہ بجّے کر کو پڑھنا ہے
اپنا روز کا جینا جیسے اک سوُلی پو چڑھنا ہے

اک سوُلی پو روزانہ میں نئیں چڑھ سکتا محبوب بی
پہلے جیسا پیار میں تم سے نئیں کر سکتا محبوب بی

ملک میں قومی یکجہتی تھی گھر میں بھی سب مل کو تھے
مشرق مغرب اتر دکھن بھارت میں مِل جُل کو تھے
سب کے دل آئینے کے جیسے صاف اور ستھرے دُھل کو تھے
دودھ میں شکر جیسا گھلتی ویسا سب گھل مل کو تھے

ایسا الٹا لٹکے بھی تو نئیں ہو سکتا محبوب بی
پہلے جیسا پیار میں تم سے نئیں کر سکتا محبوب بی

پہلے کے حاکم اچھے تھے پانی خوب برستا تھا
گنڈی پیٹ میں پانی بھر کو کٹے پو سے بہتا تھا
موت بڑی مہنگی ملتی تھی جینا بالکل سستا تھا
گھر میں بستی میں شہروں میں امن کا ڈنکا بجتا تھا

اب تو کوی چین سے سانس بھی نئیں لے سکتا محبوب بی
پہلے جیسا پیار میں تم سے نئیں کر سکتا محبوب بی

اچھے خاصے دیش کی دیکھو حالت کیسی کر ڈالے
کتنے دن سے پانی نئیں سو کھیت کے جیسی کر ڈالے
پھٹی چدر کیسی رہتی بالکل ویسی کر ڈالے
حصے بخرے کر کو اس کی ایسی تیسی کر ڈالے

ایسے دیش میں بھائی چارہ کاں رہ سکتا محبوب بی
پہلے جیسا پیار میں تم سے نئیں کر سکتا محبوب بی

ہم دونوں کا دل ہے دیکھو ایسے راج میں جی رہے تھے
کتنے برسیاں ہو جانا تھا لیکن اب تک جی رہے تھے
دل کی پیاس بجھانے کو ہم خون کے آنسو پی رہے تھے
پھٹ گئی سو چدّر کو اپنی پیوند ڈال کو سی رہے تھے

اب میں اپنا چاک گریباں نئیں سی سکتا محبوب بی
پہلے جیسا پیار میں تم سے نئیں کر سکتا محبوب بی

سچ سُننے میں کڑوا لگتا ہے سچ کو تو آنچ نئیں ہے
لوگوں میں اب ایسا لگتا ہے پہلی سی بات نئیں ہے
کیسا بولوں بربادی میں کس کا بھی ہات نئیں ہے
کھیتاں سوکھے موٹ ہے ویراں بوڑی میں پانچ نئیں ہے

مریل بیلاں لے کو کھیتی نئیں کر سکتا محبوب بی
پہلے جیسا پیار میں تم سے نئیں کر سکتا محبوب بی

لوگوں کے طعنے سن سن کو جیتے جی میں مر جاروں
کھانا پانی کاں ہے کی میں آنسو پی روں غم کھا روں
انگلی پو کیوں ناچ رہا تھا سوچ سوچ کو پچھتا روں
دونوں کاناں کھول کو سن لیئو ہیں جو تم سے فرماروں

اب جیسا تم بولے ویسا نئیں ہو سکتا محبوب بی
پہلے جیسا پیار ہیں تم سے نئیں کر سکتا محبوب بی

ہیں اپنی مرضی کا مالک تم بھی من مانی کر لیو
میرے کہنے میں نئیں ہیں تو صورت کو کالی کر لیو
اماں کے گھر جا کو کچھ بھی کر لیو کیا بھی کر لیو
لوگاں میرے پیچھے پڑ گئیں تم دوسری شادی کر لیو

تم بھی دیکھو مرنے والا کیا نئیں کرتا محبوب بی
پہلے جیسا پیار ہیں تم سے نئیں کر سکتا محبوب بی

بھولے بھالے انسانوں کو دنیا دھوکہ دیتی ہے
جو سیدھے رستے پہ چلتیں ان کو بھٹکا دیتی ہے
سچی بولنے والوں کو سولی پہ لٹکا دیتی ہے
مرغی موٹی ہوتی ہے تو انڈا چھوٹا دیتی ہے

تم رہنتیں تو رہ لیتو میں یاں نہیں رہ سکتا محبوب بی
پہلے جیسا پیار میں تم سے نئیں کر سکتا محبوب بی

راہِ حق میں جانے کتنے پیچ و خم ہیں دنیا میں
اپنے جیسے غم کے مارے کیا کچھ کم ہیں دنیا میں
کتنے مفلس ناداروں کی آنکھیں نم ہیں دنیا میں
پیار محبّت سب کچھ نئیں ہے اور بھی غم ہیں دنیا میں

اتنے سارے غم رکھ لے کو ہنس نئیں سکتا محبوب بی
پہلے جیسا پیار میں تم سے نئیں کر سکتا محبوب بی

میرے سینے میں جیسے اک لاوا پکتا رہتا ہے
دو منہ کا ہے سانپ زمانہ ہر دم ڈستا رہتا ہے
آئینہ بھی اب میری صورت دیکھ کو ہنستا رہتا ہے
لوگاں بول رئیں خواہ مخواہ ہولا ہے بکتا رہتا ہے

دیونہ اب ہوش کی باتیں نئیں کر سکتا محبوب بی
پہلے جیسا پیار میں تم سے نئیں کر سکتا محبوب بی

بمبیّا غزل

محبت میں جو دیوانہ تھا شانہ بن گئے لا ہے
جو پہلے سے پھٹیلا تھا وہ دامن اب سیئے لا ہے

مجھے سمجھا ہے کیا۔ میں کیا گرے لا اور پڑے لا ہے
میرے سسرے کا امریکہ ہیں بھینسوں کا طبیلہ ہے

میں بولوں گا تو تم بولو گے سالا پھیک رہے لا ہے
منسٹر ہو کہ نیتا سب کو کھیسے میں رکھے لا ہے

ملک ہیں جب تلک تھا میں تو بس اڑے کے ماف تھا
اِدھر بمبئی میں آکے ڈیڑھ شانہ بن گئے لا ہے

اپُن سے چار کپڑے جاستی پھاڑے ہیں گر تو نے
تو سن لے میں بھی بارہ گھاٹ کا پانی پیئے لا ہے

ترے فوٹو ہیں تھانے میں تو میں بھی کمتی نئیں ہوں کیا!
تڑی پار ہو کے کتنی بار اپن اندر گئے لا ہے

بھڑو! دنیا میں جینا ہے تو پھر بن داس جینا کیا؟
کوی دیکھے تو بولے واہ کیا جینا جیئے لا ہے

تمارے سامنے ہم آج کھوٹا بول نہیں سکتا
کھرا بولینگا کیوں کہ آج اپُن دارو پیئے لا ہے

عشق میں اچھّے اچھّوں کا ہوا عجّت کا فالودہ
تو سیدھا بیاہ کرلے کیوں یہہ لفڑے میں پڑے لا ہے

اگر بے عزّتی اپنی خراب ہونے سے ڈرتا ہے
تو پھر تو، فالتو دھندوں میں کیکو پھنس گئے لا ہے

اگر شادی سے ڈرتا ہے تو کچھ نہ کچھ گھٹا لا ہے
جو دل میں ہے اُگل دے کائیکو ناٹک کرے لا ہے

رکھڑ جائے گا بے، پتلی گلی سے اب نِکل لے تو،
تری معشوق کا ابّا دروزے پہ کھڑے لا ہے

تو، میری گرل فرینڈ پے لائین مار رے لائے بھڑو، بس کیا!
اُپن کا کب سے اس کے ساتھ ٹانکا بھڑ گئے لا ہے

وہ کیا تجھ پر مرے گی تھو بڑا دیکھا ہے آئینے میں
ابے جا پھُٹ، ہوا آنے دے کیا بھنکس کرے لا ہے

پھلکٹ میں تو نے پنگا لے لیا مجھ سے تو اب سُن لے
کہ تیری زندگی کا آخری دن بھر گئے لا ہے

تری چمپی بنانے اور پھر تجھ کو فِنش کرنے
اُنّ نے اک ٹپوری کو سپاری بھی دیئے لا ہے

اُن کی بیڈلک اتنی خراب ہو گئی ہے کیا بولوں
فجر اُبھتیج گھروالی سے جھگڑا ہو گئے لا ہے

اِدھر کھچڑی تو چھوڑو دال اور روٹی کے واندے ہیں
اُدھر عورت کا دل مچھی مٹن میں پھنس گئے لا ہے

میرا بھیجہ گرم مت کر فجر سے بول رے لا ہوں
مگر لگتا ہے عورت کا میری مستک پھرے لا ہے

وہ اکھا دن بس اِیچ ضد پکڑ کر بیٹھ گئے لی ہے
چلو جتینگے لبٹری میں نوا پکچر لگے لا ہے

نیں کڑکا ہو گیا ایسی کی تیسی بینک والوں کی
میرا پیسہ تھا جس میں اس میں کھپلا ہو گئے لا ہے

یہہ سالی موت بھی کم بخت ایکچ بار آتی ہے
قسم سے اپنا دل اس زندگی سے بھر گئے لا ہے

میرے مالک تو اب اوپر بُلا لے ایسی دنیا میں
پھکٹ میں کائیکو میرے کو رکھڑا کے رکھے لا ہے

اپُن کو پیار کے بدلے میں تیرا پیار مانگتا، کیا!
سمجھی کیا ہے میں تجھ کو پھکٹ میں دل دیئے لا ہے

ترے ڈیڈی سے ملنے تیرے گھر پر کیسے آوں میں
تیری گلی کے لنگوٹیچ را ڑا ہو گئے لا ہے

میں تجھ سے ملنے اب تو خواب میں بھی آ نہیں سکتا
میری بستی میں اکھی رات کا کرفیو لگے لا ہے

بڑا مشہور شاعر تھا جو اک دن بھڑ گیا مجھ سے
وہ میری شاعری سن کر سنا! کیا بول رے لا ہے؟

یہہ شعر و شاعری لکھنے پڑھوں کا کام ہے باشا!
تو یہہ سب چھوڑ دے کئیکو مغزماری کرے لا ہے

میں بولا ٹھیک ہے استاد تجھ کو مان لیتوں میں
جو تو پڑھ کے دِکھا دے میں جو کاغذ پے لِکھے لا ہے

نئی تہذیب میں کچرے کی ویلیو بڑھ گئے لی ہے
مگر انسانیت کا بھاو اک دم گِر گئے لا ہے

سیاست میں بُرے لوگوں کے دن بھی پھر گئے لے ہیں
جو دارو بیچتا تھا وہ بھی لیڈر بن گئے لا ہے

مری بستی کا دادا بھی منسٹر بننے لائق ہے
پہنچ ہے اس کی دلّی تک وہ چوتھی تک پڑھے لا ہے

موالی تھا تو اس کی پانچ انگلیاں گھی میں رہتی تھیں
کڑھئی میں سر ہے اس کا جب سے لیڈر بن گئے لا ہے

مُلک میں بھائی چارہ اور یک جہتی بڑھانے کو
وہ ہر اک ذات کی عورت کو اپنے گھر رکھے لا ہے

وہ جب تقریر کرتا ہے قسم سے ایسا لگتا ہے
کفن کو پھاڑ کر مردہ قبر میں بول رے لا ہے

کسی کے بھی پھٹے میں ٹانگ وہ اپنی اڑا تا ہے
سِلاتا ہی نہیں اپنا ہی جو دامن پھٹے لا ہے

کبھی بولا غریبی کو ہٹاؤں گا تو یہہ سمجھو
وہ بیوڑا ہے نشے میں خالی پیلی پھیک رے لا ہے

عجب لیڈر تھے اپنے ہی ملک کے کردئے ٹکڑے
جو کل تک بھائی تھا اب وہ پڑوسی بن گئے لا ہے

انہیں انساں کے مافق ٹھیک سے رہنے کو منگتا تھا
مگر دونوں کی عقّل پر تو پردہ پڑ گئے لا ہے

اِدھر دونوں میں کتنی بار چق پق چل گئے لی ہے
اُدھر کشمیر کا لفڑا کھڑے لے کا کھڑے لا ہے

ہر اک بھاشا کا ایک اک دیش ہو گا اپنے بھارت میں
جو نئیں ہونے کا تھا مِشٹیک سے وہ ہو گئے لا ہے

جو نیتاؤں نے کی مِشٹیک بھاری پڑ گئی ہم کو
جِدھر دیکھو اُدھر بھاشا یا سرحد کا جھمیلا ہے

کدھر گل ہو گئی سیتا و مریم نام کی عورت
اب اس کا نام بچوں کی کتابوں میں لکھے لا ہے

مقدر سب کا چمکا ہے سکندر بن کے دنیا میں
اِدھر اپنے سکندر کا مقدر سو گئے لا ہے

اپُن کو کیا پڑی قانون اندھا ہے تو اندھا ہے
مگر انصاف کا جھنڈا تو اونچا کر گئے لا ہے

جو آنکھیں بند کر کے پی گیا تھا دودھ رشوت کا
وہ لیڈر آج کورٹ کے کٹہرے میں کھڑے لا ہے

اپُن کو سبزیاں کھا کھا کے بس کنٹال آیا ہے
ٹفن میں آج بھی بیگن کا بھُرتہ اور کریلا ہے

میری کھٹیا کھڑی کرنے میں تیرا ہاتھ ہے ساقی
میں پی کر ٹاسیٹ ہونے پر بھی پیمانہ بھرے لا ہے

یہہ زخمی شیر ہے اردو کا اس سے دور ہی رہنا
بہت تھک ہار کے آیا تھا آتی سو گئے لا ہے

اٹھے گا نا تو سیدھا آنگ پو آجائینگا تیرے
اسے سونے دے کیکو خالی پیلی چھیڑ رے لا ہے

ہنسانے والے شاعر کی کوی حالت ذرا دیکھے
وہ سب کے ساتھ رہتا ہے مگر پھر بھی اکیلا ہے

سبھی ہنستے ہیں لیکن کوی اس کو پوچھتا تک نئیں
وہ گھر سے کھاکے بھی آیا ہے یا بھوکا مرے لا ہے

نہ گھسنا بیچ میں نمبر سے آو دھاندلی چھوڑو
یہہ بمبئی شہر ہے ہر بات کا نمبر لگے لا ہے

اگر کرنا ہے تم کو خودکشی تو کیئوں میں آجاو
یہاں تو خواہ مخواہ بھی لائین میں کب سے کھڑے لا ہے

تم اپنے حسن کی خیرات اب کس کس کو بانٹو گے
تمہارے گھر کے دروازے پے تو میلہ لگے لا ہے

بس اک بابوس کے مافق ہمارا شہر بمبئی ہے
جو باہر دیکھنے میں ٹھیک ہے اندر سڑے لا ہے

پھکٹ ہیں خواہ مخواہ حیران ہورے لائے تو کنئیکو
ہوویگا وہچ جو تیرے مقدر میں لکھے لا ہے

حرفِ آخر

غزل

عمر کے ساغر کو بھر نے دیجئے
چین سے اب مجھ کو مرنے دیجئے

تھک گیا ہوں اور منزل دور ہے
صرف دم لینے ٹھہرنے دیجیے

کیسے منزل تک پہنچ پاؤں گا میں
راستے سے تو گزرنے دیجئے

پھر بنا نے وہ سمیٹے گا مجھے
ٹوٹ کر مجھ کو بکھرنے دیجئے

پھر بلندی سے گرا دینگی مجھے
خواہشوں کے پر کتر نے دیجئے

شہرتوں کے آسماں کو چھُو چکا
اب ذرا نیچے اتر نے دیجئے

میں نے دنیا کو سنوارہ ہے بہت
آخرت بھی تو سنور نے دیجئے

شاعری کب تک کروں میں خواہ مخواہ
اب تو اللہ اللہ کر نے دیجئے

آخری بات

میں جناب مصطفےٰ کمال صاحب مُدیر "شگوفہ" جناب نصیر احمد صاحب، مالک حسامی بک ڈپو، میرے مشفق دوست محمد حمایت اللہ صاحب اور جناب سید رفعت سلیم صاحب، مالک اسپیڈ پرنٹس کا بے حد ممنون و مشکور ہوں، جنہوں نے اس مجموعے کی اشاعت اور طباعت کے مختلف مراحل میں میری مدد فرمائی۔

عزیزہ سیدہ نکہت آراء نجمی صاحبہ نے پروف ریڈنگ کے دوران جس خلوص، محنت اور دلچسپی سے تصحیح کی ہے ان کے لئے تہہ دل سے دعا گو ہوں، خُدا انہیں ہمیشہ خوش و خرم رکھے۔ آمین۔

میرے کرم فرما جناب سعادت علی خان صاحب کا بھی ممنون و مشکور ہوں، جنہوں نے اس مجموعے کی خوبصورت اور دیدہ زیب سرِورق سے تزئین فرمائی۔

غوث خواہ مخواہ



نام : غوث محی الدین احمد

تخلص : خواہ مخواہ

وطن : حیدرآباد دکن۔

حال مقیم: ممبئی۔

مصروفیات : حکومت مہاراشٹر (ممبئی) — کے محکمہ زراعت ، آبپاشی اور برقی میں پینتالیس سال چیف ڈرافٹسمین کے عہدے پر کارگزار رہ کر اپریل ۱۹۹۱ء میں باعزت، وظیفے پر سبکدوش ہوا ہوں۔ اسی دوران بمبئی میں جناب ظ ، انصاری صاحب کی زیر ادارت شائع ہونے والے روزنامے انقلاب میں عرصے تک مزاحیہ کالم بہ عنوان " خالی پیلی " لکھتا رہا ۔ کم و بیش پینتیس سال سے مزاحیہ شاعری میں مبتلا ہوں۔ شعر اس لئے کہتا ہوں کہ اپنا کلام اپنی زبانی اپنے کانوں سے سن کر مجھے خوشی حاصل ہوتی ہے ۔ ان ہی اشعار پر جب سامعین سے داد ملتی ہے تو مارے خوشی کے مجھے اپنی بنیان تنگ محسوس ہونے لگتی ہے ۔ اسی شاعری نے مجھ سے مختلف ممالک اور بر اعظموں کی کئی بار خاک چھنوائی ۔ اللہ تعالیٰ کا بڑا کرم ہے کہ ہر جگہ اس نے میری عزت رکھ لی باقی زندگی جو بہت تھوڑی رہ گئی ہے اسی طرح ہنستے ہنساتے گزارنے کا ارادہ ہے ۔ آگے جو مرضی مولیٰ کی۔

نہ کوئی اہتمام زیادہ ہے ۔ نہ تو کچھ انتظام زیادہ ہے
چاہتا ہوں کہ سب کو خوش رکھوں ۔ عمر تھوڑی ہے کام زیادہ ہے

خواہ مخواہ

G.M. AHMED KHAMKHA
B-4/2. Margdarshan Coop: Housing Society.
ANDHERI (EAST) MUMBAI - 400069
Tel: 8347339